

جاسوسی دنیا نمبر 17

# بھیانک جزیرہ

(مکمل ناول)

## بُوڑھا تیغ زن

رات بھر مولانا دھار بارش ہوتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قیامت سے پہلے عی شہر کی اوپنجی اونچی عمارتیں ریت میں تبدیل ہو کر سندھ کے سینے میں سما جائیں گی۔  
کوچ دبازار دیران پڑے تھے۔ ہوا کے تیز جھوٹے کھڑکیوں اور جالیوں میں شور پختے دراتہ میں گھس رہے تھے۔ بادلوں کی گرج سے عمارتوں کی بنیادیں لک لرز رہی تھیں۔  
رات بھر طوفان خوف دہراں کے جھنڈے گاڑتا رہا۔

اور صبح شہر کی سب سے باروفی سڑک پر ایک لاش پڑی ہوئی دکھائی دی۔ لاش جس پر ایک نار بھی نہیں تھا بالکل تنگی لاش۔ جس کے چہرے کا سارا گوشت کاٹ لیا گیا تھا پیٹھانی پر بکھرے ہوئے بالوں کے نیچے آنکھوں کی جگہ دو بڑے غار نظر آ رہے تھے۔ ناک کی ابھری ہوئی ہڈی کے نیچے ڈاڑھوں تک پھیلے ہوئے دانت جسم کی تابنے جیسی رنگت سے ظاہر ہوتا تھا کہ شاید وہ کوئی غیر ملکی ہے۔

وہ راگھبر جنہوں نے اسے دیکھا تھا سوچ رہے تھے کہ اس دل ہلا دینے والے مختار کو وہ زندگی بھرنہ بھلا سکتی گے۔ لاش وہاں سے انہوادی گئی اور پوپس دالے قرب دجوار کی عمارتوں میں پھیل گئے۔ لیکن کسی کو اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا ہو سکتا ہے کہ متول نے تمیک اسی جگ حیچ کر دم توڑا ہو۔ لیکن طوفان کی ہنگامہ خیزیوں میں کے خبر ہوتی۔

حداد میں پول ہوئی کے سامنے ہوا تھا۔ ان پکڑ جکد لیش نے ہوا کار جڑ چیک کیا قیام کرنے والے مسافروں میں چھان میں کی لیکن متول ان میں سے نہ تھا۔ آخر تھک ہار کر دہ اور

کی آئی ذی اسپکٹر آصف ڈائینک ہال میں آپنے۔

”میں تو عکس آگیا ہوں اس شہر سے۔“ اسپکٹر جملش اپنی پیشانی کا پیسہ پوچھتا ہوا بولا۔ ”روز ایک قلہ ہوا ہے۔“

”یہ یقین کوئی غیر ملکی ہی تھا۔“ آصف نے کہا۔ ”اس رنگ کے لوگ اپنی طرف نہیں دھماکی دیتے۔“

”غیر ملکی..... لیکن آخ رکھاں کا۔“

”یہ بتانا دشوار ہے۔“ آصف کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”قاں نے صورت ہی بگاڑ دی ورنہ غیر ملکی سفارتخانوں میں تنشیش کر لی جاتی۔“

”ایسے ہی موقعوں پر بے اختیار فریدی صاحب یاد آ جاتے ہیں۔“  
”وہی کیا کر لیتا۔“ آصف منہ چڑھا کر بولا۔

”یہ مت کہو۔۔۔ انہوں نے ایسے ایسے بے سرو پا جرام سے پردہ اٹھایا ہے جن کی شاید فرشتوں کو بھی خبر نہ رہی ہوگی۔“

”ذہن پر ذرا ساز وردی نے پر سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔“ آصف لاپرواں سے بولا۔

”تبھی تو وہ لوگ انور حجمیں الگیوں پر نچاہا رہتا ہے۔“ جملش نے مسکرا کر کہا۔

”تم غلام بھجے۔۔۔ نہ جانے کیوں مجھے اس پر رحم آ جاتا ہے۔“

”اس پر یا اس لڑکی پر۔۔۔!“ جملش اسے آنکھ مار کر مسکرا لیا۔

”کیا بات کر رہے ہو تم بھی۔۔۔ وہ میری لڑکی کے برادر ہے۔“

”لیکن وہ ہے کون!“ جملش نے کہا۔ ”جب سے اس نے داراب کو قل کر کے حکومت سے دس ہزار روپے وصول کئے ہیں مجھے الجھن کی ہو گئی۔ آخ رودہ ہے کون۔ کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ شاید انور بھی اس سے واقف نہیں ہے۔“

”اور وہ دلوں ساتھ رہتے ہیں۔“

”ہاں۔“

”اور انور یہ نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔“

”وہ بھی کچھ بھلی سا ہے۔ وہ ہمیشہ آم کھاتا ہے۔ جیزد سے اسے کوئی غرض نہیں ہوتی۔“

”تو گویا ان دونوں کی رہائش غیر قانونی ہے۔“ جکد لیش نے کہا۔

”یہ تو خدا ہی جانے۔ دیے ان دونوں کا بھی کہنا ہے کہ وہ صرف ایک دسرے کے دوست ہیں۔“

جکد لیش نے مسمی خیر انداز میں قہقہہ لگایا۔

”تعجب ہے کہ انور ابھی تک دکھائی نہیں دیا۔“ جکد لیش نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”تم نے نہیں دیکھا۔“ آصف نے مسکرا کر کہا۔ ”وہ نہ جانے کب سے قرب و جوار کی

عمارتیں سو گھنٹا پہر رہا ہے۔“

”بعض اوقات وہ اپنی حدود سے نکل جاتا ہے۔“ جکد لیش ناخن ٹھوکار لبھے میں بولا۔ ”اگر

مجھے فریدی صاحب کا خیال نہ ہوتا تو میں اسے کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑتا۔“

”لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے ہمیشہ ایک نہ ایک لیفٹ تیار رکھتا ہے۔“

”ویکھو میاں آصف۔ آدمی اگر کرنے پر آجائے تو سب کچھ کر گزرتا ہے۔“

”خر بھی چھوڑ وہتا و..... اس لاش کے متعلق کیا کیا کیا جائے۔“

”ایسے محالات تو مقدرات پر چھوڑ دیے جاتے ہیں۔“ جکد لیش انکڑا لے کر بولا۔

”ٹھیک ہے۔!“ بچپن سے آواز آئی۔ جکد لیش اور آصف مژے۔ انور ایک میز پر جھکا

ہوا سگر بیٹ سلاکار رہا تھا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جکد لیش صاحب۔“ وہ ناک سے دھواں نکالا ہوا بولا۔

”مقدرات سے زیادہ ایسے موقعوں پر جیوش دیا کام دیتی ہے۔ نہیں تو پھر مل، کوڑیاں

چیخیے اگر سب پٹ پڑیں تو مقتول الال بادشاہ درستہ امر یک کار ریڈ اٹھین۔“

”میرا خیال ہے کہ میں نے بھی آپ سے مشورہ نہیں لیا۔“ جکد لیش ہوت سکوڑ کر بولا۔

”ریڈ اٹھین۔!“ آصف چک کر بولا۔

”ہاں بچپن میں کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ ریڈ اٹھین تانبے کی ٹھل کے ہوتے ہیں۔“

انور سکر اکر بولا۔

”مگر ریٹائرمن یہاں کہا۔“ آصف نے کہا۔ ”امریکہ کی حکومت انہیں امریکہ سے کب جانے دیتی ہے۔“

”لیکن وہ لوگ جو میکسیکو میں آباد ہیں ان پر اس قسم کی پابندیاں نہیں۔ اس لئے کہ وہ مہذب ہیں۔ خصوصاً اپنی نسلوں کے لوگ عموماً یہ دونی مالک سے براؤ راست تجارتی تعلقات رکھتے ہیں۔“

”تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں امریکی سفارت خانے میں تنتیش کرنی چاہئے۔“ آصف نے کہا۔

”اب یہ تم چانو۔۔۔ میں تو آج بیٹھل رائل کلب میں میکسیکو کے ایک باشندے ڈان نسٹ کی تمع رانی کے کمالات دیکھوں گا۔ مطلب یہ کہ ڈان نسٹ ایک مشہور تمع زن ہے۔ رائل کلب کے شیرزنوں سے آج اس کا مقابلہ ہو گا۔ اس نے اپنے شہر کے سارے تمع زنوں کو جیت کیا ہے۔“

”اوہ.....!“ آصف اسے گھومنے لگا۔

”وہ بھی سرخ رنگ کا ہے۔“ انور احتتا ہوا بولا۔ وہ تھوڑی دریکھڑا سکر اتار رہا پھر باہر چلا گیا۔  
”دیکھا تم نے.....!“ آصف نے جکد لیش کو مخاطب کیا۔

”میں کیا دیکھوں تم دیکھو۔۔۔ اب بھی فریدی صاحب کے اعیاز کے قائل ہو جاؤ۔۔۔ یہ بہ انہیں کی محبت کا نتیجہ ہے۔“

”فریدی۔۔۔!“ آصف منہ بگاڑ کر بولا۔ ”میرے سامنے کا لڑکا ہے۔ یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ اسے اتنی شہرت نصیب ہو گئی ہے ورنہ وہ دراصل اس کا اہل نہیں۔ سراغ رسانی کے بنیادی اصولوں سے تو واقعہ نہیں ہے۔“

”بیس بنیادی لکھریں تو تم ہی بیٹھا کرو۔ انہوں نے نبی نبی رائیں نکالی ہیں۔“

”لیکن ان کا فن سے تو کوئی تعلق نہیں۔“ آصف نے کہا۔

”خیر اب تمہارا فن بھی دیکھ لیا جائے گا۔“ جکد لیش سر ہلا کر بولا۔ ”مجھے اچھی طرح معلوم

ہے کہ تم انور کی مدد کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔“

”یہ سراسر جھوٹ ہے۔“

”خیر ہوگا.....!“ جکد لیش اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں نے اپنا کام حمل کر دیا ہے۔ دو تین دن

ادھر اُدھر ہاتھ مارنے کے بعد کسی تمہارے مجھے کے پر درکرد دیا جائے گا۔“

”تو پھر بھل کلب کی کیا رہی۔“ آصف بولا۔

”اگر انور کج کہتا ہے تو ہمیں وہاں ضرور جانا چاہئے۔“

”لیکن ہم نے اس سے یہ بھی نہ پوچھا کہ مقابلہ کس وقت ہو گا۔“ آصف نے کہا۔

”میں جھوٹ نہیں کہتا۔“ جکد لیش مسکرا کر بولا۔ ”جس کو تم اس لوڑے کی انگلی پکڑ کر چلے

ہو۔ بھل کلب دور ہی کتنا ہے۔ ابھی چل کر معلوم کئے لیتے ہیں۔“

آصف جھینپ گیا۔

بھل رانفل کلب پہنچ کر وہ دونوں سید ہے سیکریٹری کے کمرے میں چلے گئے۔ دروازہ اندر سے بند ہتا اور کئی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ جکد لیش نے آہستہ آہستہ دلک دی۔

”ظہرو.....!“ اندر سے ایک آواز آئی اور جکد لیش کی بجنوئیں سکر گئیں۔ اس نے دروازے کو دھکا دیا اور دونوں پٹ کھل گئے۔

کرے میں تمن آدمی تھے۔ ایک تو کلب کا سیکریٹری اور دو کوئی غیر ملکی جن کی رنگت تابنے کی طرح سرخ تھی۔ آصف کی آنکھیں چکنے لگی۔

”اوہ آپ لوگ!“ سیکریٹری اٹھتا ہوا تھیر آمیز لبھے میں بولا ”محاف کیجئے گا۔ میں کچھ اور سمجھاتا تعریف رکھتے۔“

”میں نے ساہے کہ آج آپ کے یہاں کوئی مقابلہ ہونا والا ہے۔“ جکد لیش نے پوچھا۔ ”جی ہاں..... جی ہاں..... تھی زندگی کا مقابلہ.....!“ غیر ملکیوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”سی نورڈ ان ونسٹ..... سیکریکو کے باشندے ہیں۔ آج شام کو کلب میں اپنی تھی زندگی کے کمالات دکھائیں گے۔“

سکریٹری نے ان سے ان دونوں کا تعارف کرایا۔ دوسراے کام ڈان افریڈ و تھا۔ دونوں اکٹھی اکٹھی اگریزی میں گفتگو کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر عک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر جلدیش اصل موضوع پر آگیا۔

”مسنونہت میں آپ کو تھوڑی سی تکلیف دوں گا۔“ جلدیش نے اگریزی میں کہا۔ ”کہئے.....!“ وہت مسکرا کر بولا۔ ”یہ ایک قوی الجسٹ اور طویل القامت آدمی، پیشانی کشادہ اور سر کے بال سیاہی مائل سرخ تھے۔ آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح، کبھی بلکل اور کبھی گہری بزر معلوم ہوتی تھیں۔ ناک سے ہونتوں کے فاسطے کی زیادتی نے چہرے کو غیر مناسب بنا دیا تھا۔ ہونٹ پتلے تھے اور خاموشی کی حالت میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے ہونٹ بچپنے ہوئے ہے۔

”آپ یہاں کب آئے ہیں۔“

”پرسوں.....کیوں؟“

”آپ کے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟“

”چار.....!“

”آپ میکیکو سے سیدھے یہاں آئے ہیں۔“

”نہیں ہم الگینڈ میں تھے۔ دراصل ہم دنیا کی سیاحت کیلئے لٹکے ہیں اور تج زندگی کے مظاہرے کر کے اپنا سفر خرچ نکالتے ہیں۔ آپ کا ملک بھی ہمارے پروگرام میں شامل ہے۔“

”آپ کے تین ساتھی کہاں ہیں۔“

”دل کشاہوں میں، ہم لوگ وہیں نہ ہرے ہوئے ہیں۔“

”کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کے تینوں ساتھی اس وقت بھی دل کشاہ میں موجود ہیں۔“

”کیوں.....؟“ اسکے لمحے میں تحریر تھا۔ ”ہم انہیں اس وقت وہیں چھوڑ کر آئے ہیں۔“

”بات یہ ہے کہ ہمیں ایک لاش ملی ہے نگلی لاش۔ اس کا چہرہ بگاڑ دیا گیا ہے۔ رجحت کے اعتبار سے متول آپ ہی کی طرف کا معلوم ہوتا ہے۔“

”اوہ.....!“ ڈان وہت کی آنکھیں خوف اور حیرت سے بچل گئیں۔ ”لاش آپ کو کس

وقت ملی۔"

"صحیح چجے بیجے۔"

"تب تو کوئی پریشانی کی بات نہیں۔" وہ فس کر بولا۔ "میرے چاروں ساتھی آٹھ بیجے تک زندہ تھے لیکن میں اس لاش کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ خدا کرے وہ میرا ہم وطن نہ ہو۔" تھوڑی دیر بعد جگد لیش انہیں ساتھ لے کر کوتوالی پہنچ گیا۔ انہیں لاش دکھائی گئی۔ ڈاں و سٹ لاش کو دیکھ کر کچھ پریشان سانظر آنے لگا۔

"بے شک یہ میرا ہم وطن معلوم ہوتا ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے؟"

"اس سے پہلے آپ کے ملک کا کوئی باشندہ یہاں دکھائی نہ دیا۔" آصف نے کہا۔

"ہم لوگ امریکن سفارت خانے کی وساطت سے غیر ممالک کا سفر کرتے ہیں میرے خیال سے آپ اس کا پڑ وہیں سے لگا سکتے ہیں۔"

"وہ تو ہم بھی جانتے ہیں۔" آصف بولا۔

"اچھا تو اب میں جاؤں۔" وہ ان سے ہاتھ ملاتا ہوا بولا۔ "مجھے امید ہے کہ آج شام کو آپ لوگ رائل کلب کا پروگرام ضرور دیکھیں گے۔"

"ضرور..... ضرور.....!" جگد لیش نے اسے یقین دلایا۔

اس کے چلے جانے کے بعد جگد لیش اور آصف ایک دوسرے کی طرف سمتی خیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

لاش پوسٹ مارٹم کے لئے بیجع دی گئی۔ امریکن سفارت خانے میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان پانچ آدمیوں کے علاوہ میکسیکو کا کوئی اور باشندہ شہر میں نہیں داخل ہوا۔

"یا ر آصف میری تشغیل نہیں ہوئی۔" جگد لیش نے کہا۔

"پھر.....!"

"ہمیں آر لیکو چلنا چاہئے۔"

"تو تم ان لوگوں کے پیچے پڑ گئے۔" آصف مسکرا کر بولا۔

"ہاں میں ان کے تین ساتھیوں کو بھی ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

”چلو بھئی! حالانکہ ابھی میرا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں لیکن پھر بھی میں لچکی لینے کے لئے مجبور ہوں۔“

”کیوں.....؟“ جگد لیش نے پوچھا۔

”میں تمہیں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ صرف فریدی پر ہی دنیا نہیں ختم ہو گئی۔“

”اوہ.....!“ جگد لیش پس کر بولا۔ ”ضرور ضرور..... اس موقعے کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔“

”شاید تم مذاق بکھر رہے ہو۔“

”نہیں بھئی مذاق کیوں سمجھوں گا۔ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ فریدی صاحب الہائیہ سے واپسی پر کوئی اور دھندا دیکھیں۔“

آرچو بخشنخ کر انہوں نے سب سے پہلے ہوٹل میں قیام کرنے والوں کا رجسٹر دیکھا۔ پانچوں کے نام درج تھے۔ ایک ویٹر سے انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ پانچوں اس وقت ڈائیننگ ہال میں موجود ہیں۔ دونوں نے ڈائینگ ہال کا رخ کیا۔

پانچوں ایک بڑی میز کے گرد بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ آصف اور جگد لیش کنارے کی میز پر چلے گئے۔ آصف نے لنج کا آرڈر دیا اور تھوڑی دیر بعد وہ بھی کھانے میں مشغول ہو گئے۔

”ہیں تو پانچ ہی.....!“ جگد لیش بولا۔

”بھئی میرا خیال ہے کہ ان کے پیچے پڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔“ آصف نے کہا۔

”ہاں..... آں.....!“ جگد لیش کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ اس کے چہرے پر توجہ کے آثار دیکھ کر آصف بھی مڑا۔

دروازے کے قریب انہیں دو آدمی دکھائی دیئے ان میں ایک بوڑھا تھا اور دوسرا جوان۔

بوڑھے کے چہرے پر بھورے رنگ کی فرجع کث ڈاہی تھی اور ہونتوں میں پاسپ دبا ہوا تھا۔ سر پر اطالوی طرز کی نیلی فلت ہیت تھی۔ اس نے اپنی پلکیں اس طرح سکوڑ رکھیں تھیں جیسے آنکھوں میں ہواں لگ رہا ہو۔ اس کا جوان ساتھی اس کی طرح کھیلے جسم کا نہیں تھا۔ اس کی ڈاہی سیاہ تھی اور آنکھوں سے مکاری جھلکتی تھی۔ بوڑھا اس سے آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا اور وہ اپنے ہوت بھیج کر بھئی روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”یہ دلوں بھی غیر مکمل ہی معلوم ہوتے ہیں۔“ جگد لیش نے کہا۔

”آختر تھارے سر پر غیر مکمل کیوں سوار ہو گئے ہیں۔“ آصف ہنس کر بولا۔

”جگد لیش پھر کھانے میں مشغول ہو گیا۔“ تھوڑی دیر بعد وہ پھر بولا۔

”اس تم کی لاش سے پہلی بار میرا سابقہ پڑا ہے۔ کم بخت قائل نے اس کے جسم پر کچڑے ہی رہنے دیے ہوتے۔“

”ظالم نے جو تے بھی تو نہ چھوڑے۔“ آصف کو انور کی آواز سنائی دی۔ جگد لیش اسے

محور نے لگا۔ لیکن انور اس کی پرواہ کئے بغیر ایک کری گھیث کر بینچ گیا۔

”اس وقت ہم لوگ کوئی حیرت انگیز خبر سننے کے موڑ میں نہیں ہیں۔“ آصف ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

”مطمئن رہو۔“ انور سنجیدگی سے بولا۔ ”میں بھی اس کیس میں اپنی ٹاکاٹی کا صدقی دل سے اعتراف کرتا ہوں۔“

”میں پہلی بار تھارے منہ سے ایسا جملہ سن رہا ہوں۔“ آصف کی آواز میں تحریر تھا۔

”جگد لیش صاحب..... جس چیز کا تذکرہ کر رہے تھے وہ تفتیش کے سلسلہ میں آخری کڑی تھی۔

اس کے بغیر کوئی اقدام سی لا حاصل ہو گا۔ کچڑوں پر کم از کم لاغری کے نشانات ضرور مل جاتے۔“

”قطی.....!“ جگد لیش کی آواز میں دبا سا جوش تھا۔

”اور یہ پانچوں ہی ہیں۔“ انور میکیو کے باشندوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

”ظاہر ہے کہ متوال ان میں سے نہیں ہو سکتا۔ میں نے معلوم کیا ہے کہ یہ پانچوں ہی آدی

امر کی سفارت خانے کی وساطت سے یہاں آئے ہیں۔“ وہ خاموش ہو کر سگر ہٹ سلاکنے لگا۔

جگد لیش کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ہوٹل کے کلر ک نے ایک لفاف لے کر اس کی طرف بڑھا دیا

جس پر انپکڑ جگد لیش تحریر تھا۔

”کس نے دیا ہے۔“ جگد لیش نے پوچھا۔

”یہ تو میں نہیں جانتا۔“ کلر پشتا کر بولا۔

”کیا مطلب.....؟“ جگد لیش اسے گھورنے لگا۔

”میں لکھنے میں مشغول تھا۔“ کلر نے کہا۔ ”کوئی اس طرح میری میز پر رکھ گیا کہ مجھے خبر سکتے ہوئے۔“

”اچھا.....!“ جگد لیش نے اسے جانے کا اشارہ کیا اور لفاظ کھولنے لگا۔ کاغذ پر کچھ تحریر تھا جسے پڑھ کر جگد لیش کی آنکھیں پھٹکتی جا رہی تھیں اس نے اسے میز پر رکھ دیا اور چاروں طرف تجسس آمیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

آصف کا نہ اٹھا کر پڑھ رہا تھا۔

”جگد لیش، آصف اور انور صاحبان! مجھے آپ سے ہمدردی ہے آپ حضرات نے شاید ابھی تک طریقہ قتل پر غور نہیں کیا۔ آپ یقین کیجئے کہ اس کے چہرے کا گوشت اس کے ختم ہو جانے کے بعد کاملاً گیا ہے اس سے اس کی موت کا کوئی تعلق نہیں لیکن اس کے بقیرہ جسم پر کوئی اور دوسرا ذخم بھی نہیں ہے۔ ذرا ذہن پر زور دیجئے متوال کی بائیں پنڈلی پر آپ نے ایک ٹیلے رنگ کی دھاری دیکھی ہو گی وہ دھاری ہی دراصل اس کی موت کا باعث نبی تھی۔ آپ یقین کیجئے کہ پوست مارٹم کے وقت اس دھاری سے ایک بار یک سو سوئی برآمد ہو گی۔ زہر میں بھائی ہوئی سوئی۔ جان لینے کا یہ طریقہ میکیسو کے قدیم باشندوں کی ایجاد ہے۔ ایکنی جرzel کرنے کے سینکڑوں پاسی انہیں زہری سوئوں کے شکار ہوئے تھے ان کے استعمال کا طریقہ بڑا دلچسپ ہے یہ چکی چکی نلکیوں میں رکھی جاتی ہیں استعمال کے وقت انہیں ہوتوں میں دبا کے پھوکھتے ہیں۔ اس عمل سے سوئیاں برق رفتاری سے اچھل کر شکار کے جا چیتی ہیں اور وہ دیکھتے ہیں دیکھتے ہیں۔ آپ ڈاکٹر کوفور امطلع کیجئے کہ وہ اس دھاری کا خاص طور سے خیال رکھے اور پھر اگر آپ وہ سوئی برآمد ہو جانے کے بعد بھی قاتل یا قاتلوں کو نہ پکڑ سکیں تو میں آپ حضرات کو خود کی کامشوورہ دوں گا۔“

”یہ کون ہو سکتا ہے۔“ جگد لیش آہتہ سے بولا۔

”کوئی بھی ہو۔“ انور نے کہا۔ ”لیکن ہمیں اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔“

”مطلوب.....!“ آصف متکران انداز میں بولا۔

”اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ان سوئوں اور نلکیوں کے لئے ان کی ٹلاٹی لیتی چاہئے۔“

انور نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ملے بغیر میں ایسا اقدام نہیں کر سکتا۔" جکد لش کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"آخر یہ مشورہ دینے والا کون؟" آصف نے کہا۔

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ جکد لش کی نظریں پھر ان دونوں کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ قریب ہی کی میز پر کھانا کھا رہے تھے۔ بوڑھے کا جوان ساتھی ہال میں بیٹھی ہوئی عورتوں کو گھوڑا تھا۔

"میں اگر آپ کی جگہ ہوتا تو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا انتظار نہ کرتا۔" انور نے جکد لش سے کہا۔

"آپ ہوتے ہی کیوں میری جگہ۔" جکد لش منہ بنا کر بولا۔

"بہر حال یہ لکھ لجھتے کہ یہ آپ کے بس کاروگ نہیں۔" انور اٹھتا ہوا بولا۔

قبل اس کے کہ جکد لش کچھ کہتا وہ جا پکھا تھا۔ جکد لش اور آصف بڑی دیر مکث اس پر اسرار خط پر گفتگو کرتے رہے لیکن کسی خاص نتیجے پر پہنچنا امر محال تھا۔

انہوں نے ایک بار پھر کلرک پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی لیکن نتیجہ وہی صفر۔

ہوٹل سے نکلنے تو رائقل کلب کی ایک موڑ دکھائی دی جس پر سے شام کے مقابلے کے لئے اعلان ہو رہا تھا۔ داخلہ نکٹ کے ذریعے تجویز کیا گیا تھا۔

"میرے خیال ہے کہ خاصی بھیڑ ہو جائے گی۔" آصف بولا۔

"چیز دلچسپ ہوگی۔" جکد لش نے کہا۔ "میرے خیال سے شتمیں مخصوص کراں جائیں گی۔"

"میں اس کا انتظار کر لوں گا۔"

آصف چلا گیا۔ جکد لش کا ارادہ تھا کہ وہ بھی واپس جائے لیکن کچھ سوچ کر رک گیا۔ وہ ان ملکیکن لوگوں کا پچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر مکث سوچنے کے بعد فیصلہ کر لیا کہ وہ ان پر کڑی نظر رکھے گا۔ وہ پھر آرچو میں واپس آگیا۔ پانچوں غیر ملکی ڈائسینگ ہال سے اٹھ گئے تھے۔ جکد لش نے پھر ہوٹل کا رجسٹر لے کر ان کے کروں کے نمبر دیکھئے اور اوپری منزل کی طرف

روانہ ہو گیا۔

وہ ایک طویل راہداری سے گزر رہا تھا۔ جس کے دونوں طرف کمرے تھے۔ یہ بھی کچھ عجیب اتفاق تھا کہ ان پانچوں کو سلسلے دار خالی کرے مل گئے تھے۔ جلد لش ان نمبروں پر اپنی سی نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ تھوڑی بھی دور گیا تھا کہ کسی نے پیچھے سے اسے حاطب کیا۔ جلد لش مڑا جس بوڑھے کو اس نے ڈائینگ ہال میں دیکھا تھا اس کا جوان ساتھی اسے اشارے سے بارہا تھا۔ اس کے بلا نے کا طریقہ اتنا بحمدہ تھا کہ جلد لش اپنی توہین محسوس کئے بغیر شرہ سکا۔ بہر حال طوعاً و کرہاً پلٹا۔

”تم جام ہو۔“ اس نے جھکلے دار بحدے لبجھ میں پوچھا۔ یہ سوال اس نے قطع سلط اُنگریزی میں کیا تھا۔

”تم ہوش میں ہو یا نہیں۔“ جلد لش بگڑ کر بولا۔  
اس پر اس نے جلد لش کو اٹھی سیدھی گالیاں سنا کر رکھ دیں قریب کے کروں سے بوڑھا بھی نکل آیا۔ اس نے اپنے جوان ساتھی کو سمجھ کر پیچھے ہٹا دیا اور خود جلد لش سے معافی مانگنے کے بعد اپنے ساتھی کو ایک ایسی زبان میں ڈانتنے لگا جو جلد لش کے لئے ناقابل فہم تھی۔

”آفیسر مجھے افسوس ہے کہ اس نے آپ کو جام کہہ کر حاطب کیا۔“ اس نے جلد لش سے اُنگریزی میں کہا۔ ”بات یہ ہے کہ یہاں پہلی بار آیا ہوں۔ ہمارے ملک میں صرف جام ہی اس جنم کا یونیفارم پہنتے ہیں۔“

”آپ کہاں سے آئے ہیں۔“ جلد لش نے پوچھا۔ اس کے لبجھ میں ابھی تک ناخوشگواری تھی۔

”ہم پر ٹھال کے باشندے ہیں۔“ بوڑھا خوش اخلاقی سے جھک کر بولا۔ پھر اپنے ساتھی کو حاطب کیا۔ ”آفیسر سے معافی مانگو۔“

”مجھے افسوس ہے۔“ اس نے لٹھ مار دیا۔ ”اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اب بھی جلد لش کو جام ہی سمجھنے پر مصروف ہے۔“

جلد لش گھورتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس بے موقع اور بے بکے واقعہ نے اس کا موز خراب

کر دیا تھا۔ وہ دوسرے کونے تک جا کر پھر واپس لوٹا۔ اس بار انور کی شرارت آمیز مسکراہٹ اس کا انتظار کر رہی تھی۔

”بڑے بد تمیز ہوتے ہیں یہ پر ٹکالی۔“

”لیکن تم یہاں کیا کر رہے ہو۔“ جگد لش اسے گھوڑ کر بولا۔

”کوئی کیا یہاں نہ لٹا منع ہے۔“

”میں تمہیں من لگانا پسند نہیں کرتا۔“ جگد لش نے خلک لجھ میں کہا۔

”لیکن میں تو آپ کو اپنکڑ پولیس سمجھتا ہوں۔“ انور سنجیدگی سے بولا۔ ”بھر حال یہ خبر

میرے اخبار کے لئے بہت دلچسپ ثابت ہو گی کہ پر ٹکال کے باشندے یہاں کے پولیس والوں کو جام سمجھتے ہیں۔“

انور جانے کے لئے مڑا۔

”شمہر.....!“ جگد لش آگے بڑھ کر بولا۔

اور پلٹ کر سکر لیا۔

”میں فریدی صاحب کی وجہ سے تمہارا خیال کرتا ہوں۔“ جگد لش نے کہا۔

”اور اسی وجہ سے میں بھی تم سے آج تک نہیں الجھا کر فریدی صاحب تم پر مہربان ہیں۔“

جگد لش اسے گھوڑتا رہا۔

”یہ خبر اخبار میں نہیں چھپے گی۔“ جگد لش سخت لجھ میں بولا۔

”اچھا دیکھا جائے گا۔“ انور نے کہا اور مضموم سروں میں سیٹی بجاتا ہوا نیچے چلا گیا۔

جگد لش کی بیزاری اور بڑھ گئی۔ اب وہ یہاں کسی قیمت پر بھی شہرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی من لٹکائے ہوئے نیچے اتر رہا تھا۔

جگد لش شام تک پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن ہزار تقاضوں کے باوجود بھی نہ مل سکی۔ اس دوران میں آصف نے اسے اطلاع دی کہ تخت زنی کے مقابلے کے لکھ مل گئے ہیں اور سبھی بھی مل گئی ہیں۔ جگد لش کا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی قسم کی تنفر میں حصے لے۔ سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ وہ انور کا سامنا کرنا نہیں چاہتا تھا اور ہاں جانے پر اس سے

ملاقات ہی تھی۔ تقریباً چھ بجے آصف پہنچ گیا اور جکد لیش کو شدید انکار کے باوجود واس کے ساتھ جانا پڑا۔

پہل رانفل کلب کا وسیع میدان قاتلوں سے گمرا ہوا تھا۔ اور مختلف حرم کی کرسیوں سے درجنوں کی تھیل کی گئی تھی۔ نشتوں کا انتظام دائرے کی ٹھل میں کیا گیا تھا۔ وسط میں اٹھ بیٹا گیا تھا جو چاروں طرف سے کملنا ہوا تھا۔

نمیک سات بجے ڈان ونسٹ اٹھ پر خودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ٹکوار تھی۔

اہاؤ نہر نے مجھ سے اس کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔ ”ہمارے کلب کے چند نامور شمشیر زن ڈان ونسٹ سے مقابلہ کریں گے۔“ اس کے بعد اس نے کلب کے ایک مجرم کے نام کا اعلان کیا۔ ایک نوجوان شمشیر زن شمشیر زن توہا ہوا اٹھ پر آیا اور ٹکواروں کے جمنکار سے فضام ریش ہو گئی۔

چند ہی لمحوں کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ مقابلہ کرنے والے کی ٹکوار زمین پر پڑی اور ڈان ونسٹ کی ٹکوار اس کے سینے پر۔

”بہت پھر جلا ہے۔“ جکد لیش نے آصف سے کہا۔

”مجھے تو امید نہیں کہ کوئی اسکے مقابلے میں کامیاب ہو سکے۔“ آصف آہستہ سے بڑا ہوا۔ آصف کا خیال صحیح تھا۔ اس نے صرف آدمی گھنٹے میں سارے مقابلہ کرنے والوں کو زیر کر لیا۔ وہ کسی تدبیر سے ان کے ہاتھ سے ٹکوار نکال دیتا تھا۔

”خواتین و حضرات۔“ ڈان ونسٹ نے مجھ کو اپنی طرف حاصلب کیا۔ ”مجھے افسوس ہے کہ آپ میں سے کوئی بھی مجھے زیر نہ کر سکا۔ میں نے آپ کے ملک کے تھی زنوں کی بڑی تحریق سنی تھی۔ لیکن میں آپ کو الراہ نہ دوں گا۔ یہ فن آہستہ آہستہ ساری دنیا سے ختم ہوتا چاہا ہے۔ ہاں دنیا کا ایک حصہ ایسا ہے جہاں کے لوگوں نے آتش گیر اسلحوں کی موجودگی میں بھی اس فن کی حفاظت کی ہے۔ اور مجھے فخر کے ساتھ اس بات کا اعلان کرنے دیجئے کہ وہ حصہ میرا اولی عزیز میکیکو ہے۔“

”یقینی جھوٹ ہے۔“ ایک گر جدار آواز سنائی دی۔ لوگوں کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں

اور جگد لیش کا منہ حرمت سے پچلی گیا۔ یہ وہی بوڑھا پر بھالی تھا جس کے جوان ساتھی نے اسے جام سمجھا تھا۔

”تم کیا کہتا چاہتے ہو۔“ ڈان ونسٹ نے اسے للاکارا۔

”میں کہتا چاہتا ہوں کہ سیکیو کے باشندے جھوٹی شخصی بھارتے ہیں۔“

”صاف صاف کہو۔“ ڈان ونسٹ گپڑ کر بولا۔

”میں تمھیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پر بھالی بھی کسی سے پچھے نہیں ہے۔“

”کیا زبانی؟“ ڈان ونسٹ کے لبھ میں تمسخر تھا۔

”نہیں..... اس کا انعامہ میری تکوار کرے گی۔“

”مجھے منکور ہے۔“ ڈان ونسٹ مسکرا کر بولا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ”آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا۔“

”قطی نہیں..... قطی نہیں.....!“ بے شمار آوازیں آئیں۔

بوڑھے کے لئے کلب کے سیکریٹری نے ایک تکوar منگوائی جسے وہ دو تین منٹ تک ہزاریے سے دیکھا رہا۔ پھر وہ اٹھ پر بھیج کر مجھے سے مخاطب ہوا۔ خواتین و حضرات! میں اپنی اس بے موقع دخل اندازی پر شرم سار ہوں۔ اگر سی نور ڈان ونسٹ ساری دنیا کو نہ للاکارتے تو میں یہ بدتریزی ہرگز نہ کرتا۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔“ مجھ بے تابانہ انداز میں چینا۔

اناڈنسر تھوڑی دریک بوڑھے سے سرگوشیاں کرنے کے بعد بلند آواز میں بولا۔

”موسید البر و نو پر بھال کے باشندے ہیں وہ خود کو تخت زنی کا ماہر نہیں سمجھتے لیکن پھر بھی اسی

نور ڈان ونسٹ جیسے مشہور تخت زن سے مقابلہ کرنے جا رہے ہیں۔“

اس کے بعد اناڈنسر نے ڈان ونسٹ کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دریک پھر سرگوشیاں ہوتی رہیں۔

”خواتین و حضرات۔“ اناڈنسر کی آواز پھر سنائی دی۔ ”یہ مقابلہ آدمی گھنٹے تک ہو گا۔“

موسید البر و نو کا دعویٰ ہے کہ وہ آدمی گھنٹے میں ایک درجن تکواریں توڑیں گے۔“

”جج نے اس اعلان پر پر جو شہزادیاں بجا کیں۔“

دوسرا لمحے میں دونوں تکواریں سوت رہے تھے۔ اچانک ڈان ونسٹ بوڑھے البرونو پر جھپٹا۔ البرونو نے اس کی تکوار اپنی تکوار پر روکی اور دونوں میں زور ہونے لگا۔ جج اس بوڑھے کی طاقت پر عش عش کر رہا تھا۔ دھننا البرونو حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ چکپے ہٹا اور ڈان ونسٹ اپنے زور میں تکوار سمیت زمین پر آ رہا۔ جج نے تالیاں بجا کیں ڈان ونسٹ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ لیکن اس کے ہاتھ میں آدمی تکوار تھی۔ اس نے جلا کر ٹوٹی ہوئی تکوار زمین پر پٹخ دی اور دوسری تکوار کے لئے چینا۔ بوڑھا اس انداز میں کھڑا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ دوسری تکوار ملتے ہی ڈان ونسٹ نے اسے للاکارا لیکن اس کے سنجھتے سے پہلے ہی اس پر فوٹ پڑا۔ یہ حملہ بڑا ہی خطرناک تھا۔ اگر البرونو ذرا سا بھی چوکتا تو تکوار اس کے سینے سے پار ہو جاتی۔ اما و نسر اور ریفری دونوں چینخنے لگے۔ قفر بھی مقابلہ خون کی پیاس میں تبدیل ہو چکا تھا لیکن ریفری ان کے چمیں آنے کی بہت نہ کرسکا۔ دونوں دھیانہ انداز میں تکواریں چڑا رہے تھے۔ خصوصاً ڈان ونسٹ تو جائے سے باہر ہو رہا تھا۔ دھننا پھر ایک زور دار جھنکار سنائی دی اور ڈان ونسٹ کی تکوار پھر فوٹ گئی تھی۔ اب کی اس نے ٹوٹی ہوئی تکوار بوڑھے البرونو پر پھینک ماری۔ لیکن البرونو نے اسے اپنی تکوار پر روک کر ایک طرف ڈال دیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے آثار کی بجائے طفر آمیز مسکراہٹ تھی۔

جج نے جیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔

ڈان ونسٹ گھونسہ تان کر البرونو پر جھپٹا۔ بوڑھے نے اپنی تکوار ایک طرف ڈال دی لیکن اس اثناء میں ڈان ونسٹ کا گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑ چکا تھا۔ البرونو لا کھڑا کر چار قدم پہنچے ہٹ گیا لیکن اس کا جوابی حملہ اتنا سخت تھا کہ ڈان ونسٹ کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ وہ اٹٹی کے نیچے لا رہک کر بیہوش ہو گیا۔

البرونو کو بیٹھا رہا آدمیوں نے گھیر لیا تھا اور اسکی ترینیوں کے پلی باندھے جا رہے تھے لیکن وہ کچھ بوكھلا لیا بوكھلا لیا سا نظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان سے چیچھا چھڑانا چاہتا ہو۔ ”وہ پھر آ رہا ہے۔“ دھننا البرونو چینا۔ لوگ دوسری طرف مڑے اور وہ نہایت صفائی سے

ان کے زندگی سے نکل گیا لیکن انکھڑ جلد لیش کی نظریں اس کا چیخنا کر رہی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک طرف کی قاتا چاقو سے چھاڑ کر باہر نکل گیا۔ جلد لیش اس کی طرف لپکا۔ وہ بھی اسی راستے سے باہر نکل ہی رہا تھا کہ کسی نے اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی۔ جلد لیش جلا کر پلانا لیکن وہ اتنے بڑے مجھ میں کے نوک سکتا تھا اور پھر ایسی صورت میں جبکہ اس نے کسی کو صریح طور پر دیکھا نہیں تھا۔

بہر حال اس پر اس کا بہت برا دعیل ہوا۔ وہ گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کوئی اسے دیکھ کر فہم تو نہیں رہا ہے اس بوکھلاہٹ میں وہ یہ بھی بھول گیا کہ کچھ دیر قبل البرونو سے دو دو باتیں کرنے کا تہبیہ کر چکا تھا۔

جلد لیش نے دیکھا کہ انور کچھ دور کھڑا اسکرا رہا ہے۔ جلد لیش بوکھلا کر اسکی طرف بڑھا۔  
”اور اس وقت اس کم بخت نے تمہاری ٹانگ پکڑ لی۔“ انور فہم کر بولا۔

”کون تھا.....؟“ جلد لیش نے بے اختیار پوچھا۔

”وہی جس نے دوپہر کو تمہیں جام کہا تھا۔“

”اوہ..... اور تم کھڑے دیکھتے رہے۔“

”نہیں..... میں نے اسے پکڑنا چاہا تھا مگر کامیاب نہ ہوسکا۔“

”وہ گیا کدر.....!“

”اگر ہمیں معلوم ہوتا تو پکڑتی نہ لیتا۔“ انور برا سامنہ بنا کر بولا۔  
جلد لیش خاموش ہو گیا۔

”ڈاں وسدت زندہ ہے یا مر گیا۔“ اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

”مرا تو نہیں لیکن مردے سے بدتر ہے۔“ انور نے سگھٹ سگھٹے ہوئے کہا۔

”میں نے اتنی خوفناک تیز زندگی آج تک نہیں دیکھی۔“

”اس بوڑھے کے جسم میں آدمی کی روح نہیں معلوم ہوتی۔“

”بچھے یقین ہے کہ اگر ڈاں وسدت قاعدے سے مقابلہ کرتا تو بوڑھا اپنے وعدے کے مطابق آدمی گھٹتے میں ایک درجن لکواریں ضرور توڑ دیتا۔“ جلد لیش نے کہا۔

”مجھے تو اسے بوڑھا کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔“ انور نے کہا۔ ”مجھے شبہ ہے کہ وہ بوڑھا نہیں ہے۔“

”کیا مطلب.....؟“

”اگر تم اپنے چہرے پر مصنوعی سفید ڈاگزی لگا لو تو کیا جب تک بوڑھے ہو جاؤ گے۔“

”مگر اس کی ڈاگزی مصنوعی نہیں معلوم ہوتی۔“ جلد لیش نے کہا۔

”معلوم تھا ہونا اور بات ہے۔ تم نے کھینچ کر تو دیکھی نہیں۔“ انور کچھ سوچتا ہوا بولا۔

## دوسراء جنگی

”وسرے دن کے اخبارات تھے زندگی کے حیرت انگیز مقابلے کی نت نہیں کہانیاں سنارہے تھے۔ پراسرار البرنو کی شخصیت پر نئے نئے زادویوں سے روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی۔ انور کا اخبار اس معاملے میں سب سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اس نے ایک پولیس انسپکٹر کی ناگ کے کھینچے جانے والا واقعہ بھی چیش کیا تھا۔ لیکن پولیس انسپکٹر کا نام نہیں ظاہر کیا تھا۔

تفربیاً گیارہ بجے انسپکٹر آصف انور کے دفتر میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جیسے ہی انور دفتر پہنچا آصف اس پر جھپٹ پڑا۔

”یہ کس انسپکٹر کی داستان تھی۔“

”تم سے مطلب.....؟“ انور نے بے رغبی سے کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

”تمہاری شامت تمہارے گرد منڈلا رہی ہے۔“ آصف بھنا کر بولا۔

”اپنا کام دیکھو..... میں ہرگز یہ نہ بتاؤں گا کہ وہ کون تھا۔“

”پولیس تم پر تو ہیں کا مقدمہ چلا دے گی۔“

”خیر اس صورت میں اس انسپکٹر کا گریان پکلا کر عدالت میں کھینچ لے جاؤں گا۔“

آصف بیٹھ گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک انور کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔

”جگد لیش نہ جانے کیوں تم سے ناراض ہے۔“

”تعجب ہے۔“ انور حیرت کا اظہار کرتا ہوا بولا۔ ”میں نے آج تک اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا لیکن وہ پھر بھی ناراض ہے۔ میں اس کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔“

”خبر چھوڑو! البر و نو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔“

”وہی جو کچھ تم نے میرے اخبار میں پڑھا ہے۔“

”اس سے تو کوئی خاص خیال واضح نہیں ہوتا۔“

”تو پھر بس نی سمجھو لو کہ میرا کوئی خاص خیال نہیں۔“

”لیکن وہ پھر دونوں عائب کیوں ہو گئے۔“

”کون.....!“

”البر و نو اور اس کا ساتھی۔“

”کہاں عائب ہو گئے۔“ انور دلچسپی کا اظہار کرتا ہوا بولا۔

انہوں نے کل رات ہی کو آرچچو ہوٹل چھوڑ دیا۔

”اور تم لوگ ان کی تلاش میں ہو۔“ انور مسکرا کر بولا۔

”ہاں.....!“

”کیوں.....؟“

”ڈان ونسٹ کی حالت بہت ابتر ہے۔“

”اچھا اس لاش کے پوسٹ مارٹم کی روپورٹ کا کیا ہوا۔“

”انہائی حیرت انگیز۔“ آصف دیدے پھرا کر بولا۔ ”اس پر اسرار خط کے مطابق بیجی

اس کی پنڈلی سے ایک زہر ملی سوئی رہ آمد ہوئی ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ موت کا باعث اس سوئی کا زہر ہی ہوا ہے۔“

”اور پھر تم نے ڈان ونسٹ کے ساتھیوں کی تلاشی نہیں لی۔“

”اس وقت تو بھی کر کے آ رہا ہوں۔“ آصف نے کہا۔ ”آخر تم اتنے بد اخلاق کیوں

ہو گئے ہو۔ اتنی دیر سے تم نے ایک بھی سگر بیٹھ نہیں چیل کیا۔“

انور نے سگریٹ کا ڈبہ دراز سے نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”ہاں تو پھر کیا ہوا.....؟“

”کچھ نہیں..... ان کے پاس سے کوئی بھی قابل اعتراض پیز برآمد نہیں ہوتی۔“ آصف

سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔

”ہوں.....!“ انور کی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”تو تم نے ان کا جیچھا چھوڑ دیا۔“

”نہیں ایسا تو نہیں۔ ہماری نظر میں اب بھی ان پر ہیں۔ لیکن اب ہم سارا زور البرونو کا پختہ لگانے میں صرف کر رہے ہیں۔“

”آخر کیوں؟“ انور اسے گھوڑ کر بولا۔ ”کیا ڈاں، سست نے اسکے خلاف کوئی بیان دیا ہے۔“

”ہاں.....!“

”کیا.....؟“

”یہی کہ لندن میں اس کا بھگڑا چند پر ٹکالیوں سے ہو گیا تھا اور وہ ان کے جان کے دشمن ہو گئے تھے۔ ڈاں و سست کا خیال ہے کہ البرونو نہیں میں سے ہے اور اس کے ساتھیوں کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ اس کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کل والی لاش کا تعلق البرونو سے ہے۔“

”وہ کیسے.....!“

”ڈاں و سست کہتا ہے کہ شاید اس نے میرے ساتھی کے دھوکے میں کسی اور آدمی کو مار ڈالا ہے۔“

”بات تو کچھ قاعدے کی معلوم ہوتی ہے۔“ انور نے کہا۔

”اور ان دونوں کا اس طرح غائب ہو جانا بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ وہ مجرم ہیں۔“ آصف درس سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔

”کیوں.....؟“

”ان کا طریقہ کار کچھ عجیب سا ہے۔ اگر وہ واقعی مجرم ہیں تو ایسے مجرم آج تک میری

نظر وں سے نہیں گزرے۔"

"کیا تم داراب کو بھول گئے۔" آصف نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن داراب نے بھی کبھی بھرے تھے میں کسی پولیس اسپکٹر کی ٹاگ کھینچنے کی  
ہست نہیں کی۔"

"اوہ تو کیا یہ حرکت البرنو نے کی تھی۔"

"نہیں اس کے ساتھی نے۔"

"کس کی ٹاگ پکڑی تھی۔"

"بہت اچھے۔ انور طنزیہ انداز میں مسکرا دیا۔"

"آخر تصادی نے میں کیا حرج ہے؟"

"میں غیر ضروری ہاتھیں کرنا پسند نہیں کرتا۔" انور نے قلم اٹھا کر کچھ لکھنا شروع کر دیا۔

"شاید تم اس کیس میں دلچسپی نہیں لے رہے ہو۔"

"قطعی نہیں۔"

آصف تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی بے تکلی ہائکنے کے بعد چلا گیا۔

انور رشیدہ کا انتظار کرنے لگا۔ وہ صح سے عائب تھی اور ابھی تک آفس بھی نہیں آئی تھی۔

یہ پہلا اتفاق تھا کہ وہ انور کو ہتھے بغیر اتنی دیر کے لئے عائب ہو گئی تھی۔ دونوں تقریباً دو ڈھانی سال سے ایک ساتھ رہتے آئے تھے اور ایک دوسرے کے عادات و اطوار سے اچھی طرح واقف تھے لیکن رشیدہ کا آج کا ردیہ انور کو ابھی میں ڈالے ہوئے تھا۔ وہ جھیل رات سے ہی کچھ بے چمن سی نظر آرہی تھی۔ انور اسے رانقل کلب والے مقابلے میں لے گیا تھا اور رات ہی سے اس نے اس کی بے چمنی محسوس کر لی تھی۔ لیکن رشیدہ نے کافی استفار کے باوجود بھی اس کی وجہ نہیں بتائی تھی۔

گھری نے بارہ بجائے اور انور سارا کام چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ رشیدہ ابھی تک

س آئی تھی۔ اس نے موڑ سائکل اٹھائی اور گھر کی طرف رو انہ ہو گیا۔

رشیدہ کے قلیٹ کا دروازہ باہر سے بند نہیں تھا۔ انور نے اطمینان کا سائز لیا۔

دھرے لئے میں وہ دروازے پر ہو لے ہوئے دھک دے رہا تھا۔ دروازہ کھلا۔ رشیدہ سامنے کھڑی تھی لیکن خلاف توقع اس نے انور کا استقبال مسکراہٹ سے نہیں کیا۔ اس کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی اور آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقت نظر آ رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ہیسے وہ ساری رات جاگتی رہی ہو۔

”رشو.....!“ انور تھیر آمیز انداز میں بولا۔

رشیدہ خاموش رہی۔

”تم کہاں تھی؟“

رشیدہ تھوڑی دیر ہٹک اس کی طرف دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔ ”ابھی نہیں ہاتھتی۔“

”کیوں؟ کیا کوئی خاص بات.....؟“

رشیدہ نے سر ہلا دیا۔

”آخر کیا.....؟“

”کہہ تو دیا کہ ابھی نہیں ہاتھتی۔ ہو سکتا ہے کہ میرے اندر یہ شخص وہم ہوں۔“

”پھر تم نے سیلی بھجوادی۔“

”میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی مگر ابھی نہیں۔“

”اور اس وقت الجھن میرا خاتمہ کر دے گی۔“

”اوہ.....!“ رشیدہ کے ہونتوں پر ایک بے جان سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”تمہیں میری اتنی پرواہ کب سے ہو گئی۔“

”جب تم خفتی ہو تو مجھے ذرہ برا بر بھی تمہاری پرواہ نہیں ہوتی۔ لیکن جب اوس ہوتی ہو تو میرا دل ڈوبنے لگتا ہے۔“

”تم آج آدمیوں جیسی باقیں کر رہے ہو۔“ رشیدہ پھر مسکرائی۔

”رشو..... نہ جانے کیوں میں آج تم سے لانے کے لئے موڈ میں نہیں ہوں۔“

”کیوں.....؟“ رشیدہ اسے مخلوق نظر وہ سے دیکھنے لگی۔

”میں تو میں نہیں جانتا۔“

رشیدہ اسے پرستور گھوڑی رہی۔

"تم رات سے پریشان نظر آ رہی ہو۔" انور پھر بولا۔ "آخر کیوں؟"

"میری طبیعت رات سے نمیک نہیں ہے۔"

"خبر اب تم مجھے بہلانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"چلو سیکی بجھ لو۔" رشیدہ نے بے دلی سے کہا اور دوسرا سے کرے میں چلی گئی۔  
انور چھوڑی دیر یک کھڑا سوچتا رہا پھر اپنے کرے میں چلا آیا۔

رشیدہ کا یہ عجیب غریب روایہ اس کی سمجھے میں نہیں آ سکا۔ انور خیالات میں ڈوبا ہوا نسلی فون کا ڈائل گھمانے لگا۔ پھر ماڈٹھے خیں میں آہستہ آہستہ کچھ بڑیزانے کے بعد بولا۔ "بیٹو۔۔۔ میں انور بول رہا ہوں۔۔۔ ذرا جکد لیش صاحب کوفون پر بلا دیجھے۔" اس نے رسیور میز پر رکھ کر ایک سگرہٹ سلکایا اور دھوئیں کا گنجان بادل چھوڑتا ہوا پھر رسیور کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "بیٹو۔۔۔ جکد لیش صاحب۔۔۔ اوہ۔۔۔ مجھے افسوس ہے۔۔۔ لیکن میں نے آپ کا کام تو نہیں دیا۔ آپ کے علاوہ وہاں اور بھی کئی پولیس انسپکٹر موجود تھے۔۔۔ اور پھر اس طرح میں نے وہ کام کیا ہے کہ آپ کو اس کا فائدہ بھی معلوم ہو گا۔۔۔ نہیں سمجھے۔۔۔ اچھا تو سمجھے۔۔۔ میں نے یہ نہیں لکھا کہ ہمگی سکھنے والا البرفو کا ساتھی تھا۔۔۔ اس سے وہ دونوں اس بات پر مطمئن ہو جائیں گے کہ پولیس ان کی طرف زیادہ دھیان نہ دے گی اور آپ اپنا کام کر گزریں گے۔۔۔ ہاں ہاں۔۔۔ لیکن اگر میری نیت میں انور ہوتا تو میں جام والے دافعے کو سے پہلے لکھتا لیکن میں نے اس کا ذکر یک نہیں کیا۔۔۔ خیر ہاں تو البرفو اور اس کے ساتھی کا کیا رہا۔۔۔ اوہ۔۔۔ ابھی یک لاپتہ ہیں۔۔۔ خبر اچھا ٹھرپ۔۔۔"

انور نے رسیور رکھ دیا۔

سارا دن اسی لمحن میں گزر گیا کہ رشیدہ کی حالت میں غیر متحق تبدیلی کا کیا باعث ہے  
وہ اپنے کرے ہی میں رہی۔ انور نے کئی بار اس سے ملتا چاہا۔ لیکن دروازہ نہ کھلا۔ رات کو تقریباً آٹھ بجے وہ باہر ٹکلی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سفری بیگ تھا اس نے انور کے دروازے پر دھک دی۔

دھرے لمحے میں انور دروازے میں کھڑا سے جرت سے گھور رہا تھا۔

”یہ کیا خط ہے؟“

”میں باہر جائی ہوں۔“

”آخِرِ جمیں کیا ہو گیا ہے؟“

”میں ایک بہت بڑے خطرے کی بوسنگھ رہی ہوں۔“ وہ اپنے نیک ہوتوں پر زبان پھیر کر بولی۔

”رسو میں کان اکھاڑ لوں گا۔“ انور نے کہا لیکن رشیدہ پر اس بھٹلے کا کوئی اثر نہ ہوا۔

انور سمجھا تھا کہ وہ پھر اپنے پرانے موڑ میں آجائے گی مگر اس کے چہرے کی زردی میں کسی قسم کا تغیرت نہ ہوا۔

”اوہ بیا تم کچھ بتاؤنا.....؟“ انور چکر کر بولا۔

”وقت نہیں ہے۔ میں جلد ہی واپس آ جاؤں گی۔ ہو سکتا ہے کہ سب وہم ہو۔ لیکن مجھے احتیاط برتنی پڑے گی۔ میں جمیں سب کچھ بتاؤں گی..... مگر.....!“

بار بے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ رشیدہ چونک کر مڑی۔ آنے والا رک گیا۔ وہ اندر ہرے میں تھا اور رشیدہ کے چہرے پر انور کے کمرے کی روشنی پڑ رہی تھی۔

”کون ہے؟“ انور نے سخت لبھے میں پوچھا۔

”سی قورا رہموی.....؟“ ایک تیز قسم کی آواز سنائی دی اور رشیدہ لاکھڑا کر انور کے بازوؤں میں آرہی۔ وہ نہی طرح کانپ رہی تھی۔

”انور..... جلدی..... انور.....!“ وہ انک کر کر بولی۔ انور نے اسے کمرے کے اندر کھینچ کر ایک صوف پر ڈال دیا اور خود دروازے پر جم گیا۔

”تم کون ہو.....؟“

آنے والا اندر ہرے سے روشنی میں آ گیا۔ یہ ایک پرستہ تھا مگر مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ انور اس کی رنگت دیکھ کر بے اختیار چونک ڈالتا نہیں جیسا سرخی مائل رنگ مگر وہ ڈان و نسٹ کے ساتھیوں میں سے نہیں تھا۔ انور کو ان سب کی صورتیں بخوبی یاد تھیں۔

"دوسٹ.....!" اس نے آہستہ سے انگریزی میں کہا۔

"یعنی.....؟" انور نے سوالیہ انداز میں کہا۔ اس کے لمحے میں سختی تھی۔

"مجھے اندر آنے دو میں خود کو محفوظ نہیں سمجھتا۔" اس نے کہا اور کمرے میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔ یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ انور کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کا ہاتھ میز پر پڑے ہوئے چاقو پر تھا۔

"جہاں کھڑے ہو دہاں سے آگے بڑھنے کی جرأت نہ کرنا۔" انور تیز لمحے میں بولا۔ "میرا نشانہ کبھی خطانہیں ہوا۔"

اجنبی نے مسکرا کر اپنے دونوں ہاتھوں پر انخادیے۔

"سی فوراً رو ہوں.....!" وہ پھر آہستہ سے بولا۔

رشیدہ انھوں کر کھڑی ہو گئی تھی اور اجنبی کو اس طرح محصور رہی تھی جیسے اسے بیچانے کی کوشش کر رہی ہو۔

"تم کون ہو۔" انور پھر گرجا۔

"دوسٹ..... میں دوسٹ ہوں..... ابھی سی فوراً خود بتائے گی۔" اس نے اپنے چہرے پر گلی ہوئی سمجھی موجیں اتنا دیں۔

"ڈیگار لیکا.....!" رشیدہ آہستہ سے بولی اور تیزی سے اس کے قریب آگئی۔ انور کے ہاتھ سے چاقو چھوٹ گیا۔

اجنبی رشیدہ کے سامنے دوز افون ہو گیا۔

انور کی حیرت اپنی انتہائی منزلیں طے کر رہی تھی۔

ان دونوں نے ایک ایک زبان میں گفتگو شروع کر دی۔ جس کا ایک لفظ بھی انور کی سمجھ میں نہ آسکا۔

رشیدہ پہلے تو ہس پس کر باتیں کرتی رہی پھر اچاک خوفزدہ نظر آنے لگی۔

تحوڑی دیر بعد وہ انور کی طرف مڑی۔

"انور اب تمہیں بہت جلد میرا راز معلوم ہو جائے گا لیکن ہم اس وقت جلدی میں ہیں۔"

میں اس وقت چارہی ہوں کل کسی وقت تمہیں میرا نہ کہانے معلوم ہو جائے گا۔"

انور نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن اس کے منہ سے ایک لفڑی بھی نہ نکل سکا۔

رشیدہ اور وہ اپنی دروازہ کھول کر باہر نکل گئے اور پھر اچانک ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کوئی بہت وزنی چیز بارجے پر گر پڑی ہو۔ انور جھپٹ کر باہر نکلا لیکن دوسرا لمحے میں اس کی کہنی کے قریب بکھلی سی چمکی اور وہ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

تھے جانتے کہتی دیر بعد وہ انہیروں کے تانے بانے سے آزاد ہو سکا۔ کہنی نہی طرح دکھ رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کئے اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے کا ارادہ کیا لیکن اچانک اس کا ذہن جاؤ اٹھا اور کچھ دیر قبل پیش آئے ہوئے واقعات آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ اس نے رشیدہ اور پسر اراپنی کو باہر جاتے دیکھا تھا پھر ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کہی پر اچانک حملہ کیا گیا ہو۔ وہ پھرتی سے باہر نکلا تھا اور شاید وہ کسی کام کا ہی تھا جس نے اس کے سر کی ہڈیاں تک ہلا دی تھیں۔ انور نے آہتہ آہتہ آنکھیں کھونے کی کوشش کی۔ وہ اپنے ہی کمرے میں تھا لیکن اسے پھر آنکھیں بند کر لئی پڑیں اور وہ سوچنے لگا کہ وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا ہے۔ بوڑھا البر وہ ایک صوفے پر بیٹھا نیلی لیپ کی روشنی میں کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔

انور کا سر چکرنے لگا۔ آخر یہ بوڑھا آدمی ہے یا بھوت۔ لیکن اسکی موجودگی کا مطلب؟ کیا اسی نے اس پر حملہ کر کے بے ہوش کر دیا تھا۔ انور کا ذہن تیزی سے سوچنے لگا۔ کیا رشیدہ اسی لئے خائف تھی وہ پسر اراپنی کون تھا جسے دیکھ کر پہلے تو وہ نہی طرح خائف ہو گئی تھی لیکن پھر اس انداز میں گفتگو کرنے لگی تھی جیسے اسے رسول نے جانتی تھی۔ رنگت کے اعتبار سے وہ بھی ڈان و سندھ ہی کا ہم وطن معلوم ہوتا تھا لیکن رشیدہ اپنی زبان کیا جائے۔ وہ اس طرح اپنی زبان میں گفتگو کر رہی تھی جیسے وہ اس کی مادری زبان ہو۔ اس کا ذہن پھر البر انوکی طرف گیا تو کیا جسی البر انوہی اس غیر ملکی کا قائل تھا مگر کیوں؟ کیا اس وقت اس نے رشیدہ اور اس اپنی کو بھی قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور تو کیا، اس نے رشیدہ کو قتل کر دیا ہو گا..... رشیدہ کو۔

انور کے دماغ میں آندھیاں سی ٹلنے لگیں اس نے پھر آنکھیں کھولیں۔ البر وہ بدن سوور کتاب میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے ہوتوں میں ایک موٹا سا سگار تھا جو شاید بجھ چکا تھا۔ انور لیئے

لیئے اچلا اور یک لخت البرونو پر جا پڑا۔ بوزھا اس اپنک جملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن وہ پھر بھی سنجل گیا۔ دوسرے لمحے میں اس کی فولادی انگلیاں انور کی کلاموں میں نہی طرح چھپ رہی تھیں۔ بوزھے کی نشست میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے انور کو اپنی ٹانگوں میں جکڑ لیا اور اب وہ اس کا سراپے ہاتھ میں لئے اس طرح اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی چشمہ کا شیر خوار چچے ہو۔

”شور مچانے کی ضرورت نہیں۔“ وہ آہستہ سے انگریزی میں بولا۔

انور پر سکتہ سا ہو گیا تھا۔ اسے ایسا حسوس ہوا تھا جیسے وہ اب زندگی بھر اس کی ٹانگوں کی گرفت سے آزاد نہ ہو سکے گا۔

”البرونو تمہارا دشمن نہیں۔“ وہ پھر بولا۔ ”اگر وہ دشمن ہوتا تو یہاں تھہرتا ہی کیوں؟ تم کوئی اعتمانہ حرکت نہیں کرو گے۔“

البرونو نے گرفت ڈھیل کر دی اور انور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ البرونو کی حالت میں کسی قسم کا کوئی تغیر واقع نہیں ہوا تھا۔ وہ بدستور پہلے کی طرح پر سکون نظر آ رہا تھا۔ اس کے ہونتوں پر سکراہٹ تھی لیکن آنکھیں جذبات سے عاری اور سرد تھیں۔ انور کے سارے جسم میں سناہٹ دوڑ گئی۔ البرونو نے سامنے والی کری کی طرف اشارہ کیا۔ انور خاموشی سے بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں البرونو کے چہرے پر جھی ہوئی تھیں۔

”میں جانتا ہوں تم جو کچھ سوچ رہے ہو۔“ البرونو بولا۔

”کیا.....؟“ انور نے اپنے خلک ہونتوں پر زبان پھیری۔

”میں کہ کاش اس وقت تمہارا دوست انپکڑ آصف یہاں آ جاتا۔“

انور بے اختیار چوک پڑا۔ اسے حرمت ہو رہی تھی کہ آخر البرونو سے اس کا کیا تعلق اور وہ اس کے بارے میں اتنی معلومات کیسے رکھتا ہے؟

”تمہیں یہاں میری موجودگی پر حرمت ہو رہی ہے۔“ البرونو پھر سکرایا۔

”آخر تم چاہتے کیا ہو؟“ دھننا انور اٹھ کر چینا۔

”میر... میر...!“ البرونو نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ”اگر میں موقع پر نہ بیٹھ جاتا تو تم

کہیں اور ہوتے۔"

"وہ لڑکی کہاں گئی؟" انور بے صبری سے بولا۔

"یہ ابھی نہیں بتایا جاسکتا۔ میں خود نہیں جانتا۔ لیکن وہ خود نہیں گئی زبردستی لے جائی گئی

ہے۔"

انور پھر اسے گھومنے لگا۔

"دیکھو بوڑھے، میں بہت خراب آدمی ہوں۔" انور بولا۔

"وہ تو تمہاری صورت سے ظاہر ہے۔"

انور پھر جلا کر اٹھا۔

"دیکھو بولا کے! تم شاید اپنے ہاتھ پر تراکر ہی رہو گے۔"

"میں ڈاں و سٹ نہیں ہوں۔" انور طنزیہ انداز میں بولا۔ "میں تمہارا غرور توڑ دوں گا۔"

البرونو نے قہقہہ لگایا۔

"جلد بازی ٹھیک نہیں مسٹر انور۔" وہ تھوڑی دیر بعد سنجیدگی سے بولا۔ "مجھے اطلاع ملی تھی کہ جرام کی دنیا میں تم ایک بہترین دماغ ہو لیکن شاید وہ محض افواہ تھی۔ تم ایک معمولی آدمی سے بھی بدتر معلوم ہوتے ہو۔"

اتھے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ انور نے اٹھنا چاہا۔

"خہرو.....!" البرونو اٹھتا ہوا بولا۔ "شاید یہ فون میرے لئے ہے۔"

اس نے رسیور ہاتھ میں اٹھایا۔ "ہیلو..... ٹھیک..... میں یہاں دس منٹ تک اور انتظار

کروں گا..... جلدی کرو۔"

اس نے رسیور رکھ کر بجھا ہوا سگار لے گایا اور دیوار سے گلی ہوئی ایک تصویر پر نظریں بھاوسیں۔ انور نے طرح بولکھایا تھا۔ نہ جانے وہ کیوں خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اس کی ساری تیزی اور طراری رخصت ہو گئی تھی۔ وہ بوڑھے کی بے پناہ طاقت کا بھی اندازہ لگا چکا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اس سے بھی زیادہ برقرار ہے۔

کسی نے دروازے پر دستک دی۔ انور نے پھر اٹھنا چاہا لیکن بوڑھے کے ہاتھ میں

اعشار یہ تین آٹھ کار بیالور دیکھ کر بہت جواب دے گئی۔ بیوڑھار بیالور کا رخ انور کی طرف کے ہوئے آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ مکھا لیکن وہ داہنے پٹ کی آڑ میں ہو گیا۔ آنے والا اپنکھ آصف تھا۔ انور اسے اشارہ کرنے کا ارادہ کری رہا تھا کہ دھنٹا اسے البرانو کی آنکھوں میں سفا کی کی جھلک دکھائی دی اور ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں کی گردش کرنے کی صلاحیت یک لخت مقود ہو گئی ہو اور اب وہ زندگی بھرا پتی آنکھیں اس کے چہرے پر سے نہ ہٹا سکے گا۔

”اوہ.....!“ آصف چک کر بولا۔ ”کیا بت بننے کی مشق کر رہے ہو۔“

اس کے اس جملے پر بھی انور کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی اور پھر آصف بے خودی میں پیچھے کی طرف رہا۔ اس کا من چھیل گیا۔

”مش.....!“ البرونو پر سکون لجھ میں بولا۔ ”شور نہیں..... ورنہ یہ ریوالور تم سے زیادہ شور مچانا جانتا ہے۔“

آصف کے دونوں ہاتھ اور پر اٹھ گئے۔

”بیٹھ جاؤ۔“ وہ ایک کری کی طرف اشارہ کر کے چھماٹہ لجھ میں بولا۔

آصف بیٹھ گیا۔ بھی وہ انور کی طرف دیکھتا تھا اور بھی البرونو کی طرف۔

”مسڑ آصف کی جیب سے پسول نکال کر سامنے میز پر رکھ دو۔“ البرونو نے انور سے کہا۔ انور نے چھیل کی۔ لیکن میز کے قریب پہنچ کر وہ دھنٹا گھوم پڑا۔ البرونو کے ریوالور سے ایک شعلہ نکلا اور انور کے ہاتھ میں دیا ہوا ریوالور اچھیل کر دور جا گرا۔

”میں اپنے ریوالور میں بے آواز کا رو س استعمال کرتا ہوں۔“ البرونو مسکرا کر بولا۔ ”میں شور نہیں پسند کرتا۔“

انور گھبرا کر اپنے ہاتھ کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن البرونو کی گولی پسول کی ہال پر پڑی تھی اور اس کا ہاتھ حفظ تھا۔

”بیٹھ جاؤ۔“ البرونو کری کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”میں یہاں دوسری کال کا انتظار کر رہا ہوں مجھے تم لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔“

آصف تھیزانہ انداز میں البروفو کو دیکھ رہا تھا۔ انور بے بُسی سے بیٹھ گیا۔

"لیکن تم... لیعنی کرم...!" آصف اپنے خلک ہوتوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔

"اس کمرے میں میری موجودگی کا سبب پوچھنا چاہتے ہو۔" البروفو مسکرا گیا۔

آصف جواب طلب نظرتوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"ڈان ونسٹ کی حالت ابتر ہے۔"

"تو پھر اس سے کیا۔ وہ ایک مقابلے کے دورانِ زخمی ہوا تھا۔ سب سے پہلے اسی نے مجھ پر جارحانہ حملہ کیا تھا۔ خیر ہو گا میں کسی قسم کی مقامی نہیں پیش کرنا چاہتا۔ مجھے اطمینان ہے کہ جس وقت چاہوں گا یہاں سے چلا جاؤں گا۔ مجھے صرف ڈان ونسٹ کی موت کا انتظار ہے۔"

"یہ تم ایک سی آئی ڈی انپکٹر کے سامنے کہہ رہے ہو۔" آصف اسے گھور کر بولا۔

"میں تمہیں اچھی طرح پیچھا نہ ہوں۔" البروفو نے مسکرا کر کہا۔

انپکٹر آصف کو زندگی میں شاید ہی کبھی کوئی ایسا الحاد آیا ہو جب کسی مجرم نے اس سے اس قسم کی گھنگلوکی ہو۔ وہ انور سے بھی بولکر لایا ہوا نظر آنے لگا تھا۔

"لیکن تم یہاں سے نکل نہیں سکو گے۔" آصف ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔

"میرا نشانہ کسی خطا نہیں کرتا۔" البروفو نے روپا اور کارخ آصف کی طرف پھیر دیا۔

"بیٹھ جاؤ....!" انور جلا کر بولا۔ پھر البروفو سے کہنے لگا۔ "اگر یہ صحیح ہے کہ تم اس جگہ ابھی قیام کرو گے تو میں تمہیں چیخنے کرتا ہوں کہ.....!"

"نہی بات.... نہی بات۔" البروفو اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "ذرائع اسی باتوں پر ہاراض نہیں ہوا کرتے۔"

"لیکن یہاں اس وقت اس کی موجودگی کا مطلب۔" آصف نے انور سے پوچھا۔

"ان لوگوں نے رشیدہ کو اخوا کر لیا ہے۔" انور دانت پیش کر بولا۔

"یہ بکواس ہے۔" البروفو نے تخت بجھ میں کہا۔

"پھر وہ کہاں گئی۔"

"کہہ تو دیا کہ میں نہیں جانتا۔"

”مجھ پر کس نے حملہ کیا تھا۔“

”میں یہ نہیں بتا سکتا۔“

”اس طرح تم ایک بہت بڑے جرم کے مرکب ہو رہے ہو۔“ آصف نے کہا۔

”جرائم تو میری جیب میں پڑے رہتے ہیں۔“ البروفور اپر والی سے بولا۔

انتے میں پھر ٹھیلی فون کی تھنی بھی۔ البروفور نے بڑھ کر رسیور اٹھایا لیکن روپا الور کا رخ ابھی تک آصف اور انور رعی کی طرف تھا۔

”یلو۔!“ وہ ماڈتھے چیز میں بولا۔ ”تم بہت دری کر رہے ہو۔ کہو کیا رہا۔۔۔ وہ صحیک ہے مگر مرنے کی امید تو نہیں۔۔۔ صحیک بہت اچھا۔۔۔ تم وہیں نہ ہو۔۔۔ میں ابھی آتا ہوں۔“

البروفور رسیور رکھ کر ان کی طرف مڑا۔

”اچھا دوستو! شب بخیر۔ تم دونوں دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ چلو جلدی کرو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ ضرورت پڑنے پر میں قل بھی کر سکتا ہوں صحیک۔۔۔ ہاں اسی طرح کھڑے رہو۔“

البروفور نے کمرے سے ٹکل کر دروازہ باہر سے بند کر دیا اور پھر بارجے میں پھیلی ہوئی تار کی میں اس کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی رہی۔

آصف دروازے کی طرف چھٹا۔

”بیکار ہے۔“ انور مردہ دلی سے بولا۔ ”باہر سے دروازہ بند کر گیا ہے۔“

”بہر حال اسوقت بڑی بے عزتی ہوئی۔“ آصف نے پریشانی سے پینت پوچھتے ہوئے کہا۔

”ابھی اس سے بھی زیادہ بے عزتی ہوئی باقی ہے۔“ انور خلک لجھ میں بولا۔

”میں نہیں سمجھا۔“

”اس کمرے سے نکلنے کے لئے شور چاکر چلی منزل والوں کو بلاتا پڑے گا۔“

یہ سن کر آصف سنائے میں آگیا۔ کم از کم اس عمارت کے لوگ اسے اچھی طرح جاتے تھے۔

”چیخو بھی چیخو۔“ انور برا سامنہ بنا کر بولا۔ ”ورتہ رات چھیمن سینیں بر کرنی پڑے گی۔“

”یار یہ تو بڑا بر اہوا۔“

”میں اس کم بخت سے سمجھ لوں گا۔“ انور بھنا کر بولا۔

”وہ تو بعد کی باتیں ہیں..... اس وقت کیا کیا جائے؟ اگر جیچ جیچ کر لوگوں کو بلاتے ہیں تو

خواہ متوہ اجتہ بننا پڑے گا۔“

”بھی تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔“

”رشیدہ کا کیا قصہ ہے۔“ آصف نے بینتھے ہوئے کہا۔

”خود میں ہی نہیں سمجھ سکا تمہیں کیا بتاؤں گا۔“ انور نے کہا۔ ”لیکن اس وقت تم کیسے

آگئے۔“

”ادھر سے گزر رہا تھا سوچا تم سے مٹا چلوں۔“

”ایتھے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔

”کون.....؟“

”چائے والا.....!“ باہر سے آواز آئی اور آصف کا چہرہ چمک اٹھا۔

”باہر سے بند ہے کھوں لو بھی۔“ آصف پر سرت لجھے میں بولا۔

دروازہ کھلا اور قریب کے ہوٹل کا ایک لاکاڑے میں چائے لئے ہوئے داخل ہوں۔

”تم سے چائے کے لئے کس نے کہا تھا۔“ انور اٹھتا ہوا بولا۔

”لڑکا کا ہم گیا۔

”ایک صاحب نے۔“

”کون تھا.....؟“

”میں پچھا نہیں لیکن انہوں نے آپ کا پتہ بتایا تھا۔“

”اس کا حلیہ.....!“ آصف نے پوچھا۔

”بوز ہے تھے، ڈاگی تھی۔ ہرے رنگ کا سوت پہنے ہوئے تھے۔“

انور آصف کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا اس نے تمہیں سے کہا تھا۔“ انور نے پوچھا۔

”نہیں..... فیر صاحب سے میں قریب ہی کھڑا تھا۔“

”کیا تم اگر بزی سمجھ لیتے ہو۔“

”میں تبیر صاحب نے مجھے بتایا تھا، وہ صاحب چائے کے پیسے بھی دے گئے ہیں۔“

”اچھا..... اچھا تھوڑی دری بعد برلن لے جانا۔“ انور نے کہا۔

لڑکا چلا گیا۔

”یار اس بوڑھے نے حق مجھ دماغ خراب کر دیا ہے۔“ آصف کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”میں نے بڑے بڑے مجرموں کا سامنا کیا ہے..... لیکن یہ بوڑھا.....“ انور سُکریت سُکاتے سُکاتے کچھ سوچنے لگا۔

”کیوں.....؟ کیا بات ہے؟“

”کچھ نہیں! رشیدہ کا معاملہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔“

”آخر بات کیا ہے۔“ آصف نے پوچھا۔

”ٹھہرو.....!“ انور اٹھتا ہوا بولا۔ ”بوڑھا ہمیں مستقل طور پر یقوقف بنانے جا رہا ہے۔ کیا تم چائے پیو گے؟ عجیب احس ہو۔ انہوں جلدی کرو۔“

آصف کھڑا ہو گیا۔ دونوں باہر نکلے۔ آصف اس کے کہنے پر غل تو کر رہا تھا لیکن بے دل سے۔ اس نے کہی بار انور سے کچھ پوچھتا چاہا لیکن انور جلدی میں تھا۔ اس نے نیچے آ کر گیراج سے موڑ سائکل نکالی اور دونوں اس پر بینچ کر ایک طرف روانہ ہو گئے۔

”کہاں چلو گے؟“ آصف نے پوچھا۔

”ٹلی فون ایکسچن.....!“

”کیوں.....؟“

البرنو کی دوسری کال ٹھیک دس بیج کر پانچ منٹ پر آئی تھی۔ ہمیں یہ معلوم کرنا چاہئے کہ وہ کہاں سے آئی تھی۔

”معلوم تو ہو جائے گا۔“ آصف نے کہا۔ ”لیکن بوڑھا بہت چالاک ہے۔“

”کیا مطلب.....؟“

”وہ اس قسم کی غلطی نہیں کر سکتا جس سے کچلے جانے کا امکان پیدا ہو سکے۔“

”خیر دیکھا جائے گا۔ تم اندر جا کر پہ لگاؤ۔ میرا فون نمبر تو جانتے ہی ہو۔“ انور نے کہا۔  
ٹلی فون اچھیجن کے قریب پہنچ کر انور نے موڑ سائیکل روک دی اور آصف اتر کر عمارت  
میں داخل ہوا۔

انور فٹ پاتھ پر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ رشیدہ کے متعلق آصف کو بتائے یا نہ بتائے۔ خود رشیدہ  
کے روئے نے اسے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ وہ کون سی ایسی بات تھی جس کے لئے رشیدہ اتنی  
رازداری سے کام لے رہی تھی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس پر اسرار اجنبی کے ساتھ اپنی خوشی سے گئی  
تھی اور پھر اس کے بعد کے واقعات نے حالے کو اور بھی الجھا دیا تھا۔ آنے والا ڈان و سفت  
ہی کا ہم ڈلن معلوم ہوتا تھا اور ڈان و سفت کے بیان کے مطابق پہنچانی بوز حا البر، نو اس کا دش  
تھا۔ لیکن وہ اجنبی ڈان و سفت کے ساتھیوں میں سے نہیں تھا۔ انور کو ان کی شلیں اچھی طرح یاد  
تھیں۔ پھر وہ کون تھا۔ انور سوچنے لگا۔ کہاں سے آیا تھا۔ ان پاچ غیر ملکیوں کے علاوہ  
سفر تھا نے میں کسی اور کا کوئی ریکارڈ نہیں تھا۔ پھر وہ متخل کون تھا.....؟ اور وہ اجنبی.....؟  
انور کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس کے دماغ کی رگیں چھت جائیں گی۔

تحوڑی دیر میں آصف مدھم سروں میں سیٹی بجا تا ہوا عمارت سے نکلا۔

”میرا خیال عموماً غلط نہیں ہوتا۔“ اس نے کہا۔

”کیا ہوا.....؟“

”ذی بجلک پاچ منٹ پر تمہارے فون کی کال دولت گنج پیلک ٹلی فون پوسٹ سے ہوئی تھی۔“

”اوہ.....؟“ انور مایوسانہ انداز میں بولا۔ ”تب تو بیکار ہے۔ وہاں سے کیا معلوم ہو سکے گا۔“

”تم نے رشیدہ کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔“ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔

”تجھیں کیا بتا سکتا ہوں جبکہ خود مجھے ابھی تک کچھ نہیں معلوم۔“

”لیکن ابھی تھوڑی دیر قبل تم البر و نو پر اسکے اخواہ کا الزام لگا رہے تھے۔“ آصف نے کہا۔

”بھی معاملہ کچھ عجیب سا ہے۔ رشیدہ کہیں باہر جانے کے لئے تیار تھی۔ میں اس کے

ساتھ باہر نکلا تھا کہ کسی نے اچاک بجھ پر حملہ کر دیا جب مجھے ہوش آیا تو دیکھا کہ میں پنچ پر پڑا۔

ہوں اور البرانو کمرے میں بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا ہے۔“

”اور شیدہ.....!“

”میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں گئی۔“

”وہ کہاں جانے کے لئے تیار تھی۔“

”اس نے بتایا نہیں تھا۔“

”عجیب بات ہے۔“ آصف نے کہا اور انور کو گھوڑے لگا۔

انور نے ایک سگریٹ سلاکائی اور دو تین گھرے گھرے کش لینے کے بعد بولا۔ ”سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ البرانو کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ ابھی تک اس کی کوئی حرکت سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ وہ ہمیں عجک نہیں کرنا چاہتا۔!“

”کیوں؟ کیا وہ ابھی تک ہماری پوچا کرتا رہا ہے۔“ آصف نے طنزی بجھے میں کہا۔

”نہیں..... اگر وہ عجک کرنا چاہتا..... تو ہم سچ عجک کرے سے باہر نہیں کل کتے تھے۔“

”اوہ نہ ہو گا۔“ آصف گردن جھک کر بولا۔ ”ابھی مجھ سے سروکار ہی کیا.....؟ جب کیس

مجھ عجک پہنچے گا اس وقت دیکھا جائے گا۔“

”جی ہاں..... اس دن تو وہ خود ہی ہاتھ پا عدھے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر

ہو جائے گا۔“ انور ختم بجھے میں بولا۔

”خیر..... خیر..... میں ابھی اس پر رائے زنی کرنا غیر ضروری سمجھتا ہوں۔“ آصف نے سکرا کر کہا۔ ”اچھا بھی میں تو چلا..... بس آرہی ہے۔ اس کے بعد کوئی دوسری بس نہ مل سکے گی۔ شب تھیر۔“

آصف انور کی طرف ہاتھ ہلاتا ہوا بس پر چڑھ گیا۔

انور نے ختم ہوتی ہوئی سگریٹ سے دوسری سگریٹ سلاکائی اور خیالات میں ڈوبتا ہوا اس پر کش لیتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ شاید زندگی میں پہلی بار اسے اتنی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ بوڑھے البرانو کا تصور اس کے غصے کی آگ بھڑکا دینے کے لئے کافی تھا۔ اس نے تھیر کر لیا تھا کہ دوسری ملاقات پر وہ بے دریغ اپنار بیوالہ استعمال کرے گا۔ خواہ

بعد میں پھانسی ہی کیوں نہ ہو جائے۔

دھڑا ایک ٹیکسی اس کے قریب سے گزری اور وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ البرونو کا توجہ ساتھی چھپلی نشست پر بیٹھا پاسپ پی رہا تھا۔ اس کے قریب سے گزرتے وقت ٹیکسی کی رفتار کم ہی۔ لیکن آگے جا کر اس کی رفتار تیز ہوتی ہوئی معلوم ہوئی۔ انور اچھل کر اپنی موڑ سائکل کی سیٹ پر آ رہا۔ دوسرے لمحے موڑ سائکل ٹیکسی کا تعاقب کر رہی تھی۔ ٹیکسی شہر سے ایک ویران راستے پر ہوئی۔ انور بدستور اس کا تعاقب کئے جا رہا تھا۔ انور کا ارادہ شخص تعاقب کا تھا مگر پھر ایک خیال نے اسے اس ارادے سے باز رکھا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ البرونو کے ساتھی کو سینہ روک کر پکولیا جائے۔ ممکن ہے کہ منزل مقصود پر پہنچ کر البرونو سے بھی نہ بھیڑ ہو جائے اُسی صورت میں وہ تھا کیا کر سکے گا۔

اس نے جیب سے روپالور نکالا اور پے در پے فائر کرنے شروع کر دیئے۔ ٹیکسی رک گئی۔ انور کو موقع تھی کہ ادھر سے بھی فائر ہوں گے مگر ایسا نہیں ہوا۔

ایجے میں اس کی موڑ سائکل ٹیکسی کے برادر پہنچ گئی۔ ڈرائیور نیچے اتر آیا لیکن چھپلی سیٹ خالی تھی۔

”وہ ڈاکو کہاں گیا.....!“ انور گرج کر بولا۔

”ڈوڈو ڈاکو.....!“ ڈرائیور بوكھلائے ہوئے الجے میں ہکلایا۔

”ہاں ڈاکو! میں پولیس کا آدمی ہوں۔“

ڈرائیور نے چھپلی سیٹ کی طرف دیکھا اور ”ارے“ کہہ کر اچھل پڑا۔

”لیعنی..... گلیا..... ڈوڈا کو..... ارے ارے۔“ ڈرائیور تری مطرح بوكھلایا ہوا تھا۔

”ہاں وہ کہاں گیا۔“

”سینہ تھا..... سینہ۔“ اس نے چھپلی سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

انور نے ابھی تک مشین بند نہیں کی تھی اور دونوں طرف زمین پر جو دیکے موڑ سائکل ہی پر بیٹھا ہوا تھا۔ دھڑا کوئی چیز اس کی پیٹھے میں چھپی۔

”خبردار.....!“ چھپے سے آواز آئی۔ ”پتار روپالور زمین پر ڈال دو۔“

ڈرائیور جیج کر چکی میں گھس گیا اور انور نے اپنار بیو اور زمین پر گرا دیا۔ البرونو کا ساتھی نہایت اطمینان سے اس کی موڑ سائکل کے کیریز پر بیٹھا اس کی کمر میں اپنے پتوں کی ٹال چبھ رہا تھا۔ اس نے جگ کر انور کا ریو اور اٹھلا اور اپنی جیب میں ڈال لیا۔

”اب چلاو موز سائکل.....!“ البرونو کا ساتھی اکھڑی اکھڑی انگریزی میں بولا۔

”ذرہ بربر بھی میرے حکم کے خلاف کیا تو یہیں ختم کر دوں گا۔ سیدھے چلو۔“

موز سائکل چل پڑی۔ انور بڑی طرح بیچ و تاب کھارہ تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ موز سائکل کسی درخت سے سکردا رہے۔ ایسی لگت اس کے خواب و خیال میں بھی تھی۔

”واہی طرف موز دو.....!“ البرونو کا ساتھی تھمانہ لجھے میں بولا۔

انور نے موز سائکل موز دی۔ لیکن کچھ دور جا کر خود بخود بیڑدا نہ لگا۔ آخر ایسی بھی کیا بزدلی۔ اس نے جلا کر مشین بند کر دی۔

”چلاو.....!“ البرانو کا ساتھی چیخا۔

”نہیں.....!“

”میں شوت کر دوں گا۔“

”کروو.....!“

”میں پھر سمجھتا ہوں۔“

”نہیں سمجھتا..... میں بزدل نہیں۔“

## ایک زخمی

ان دونوں میں بکرار ہو رہی تھی کہ کسی طرف سے ایک فائر ہوا اور گولی البرونو کے ساتھی کے کان کے قریب سے گزرنگی۔

”بیوقوف آدمی بھاگو.....!“ وہ انور کو دھکا دیتا ہوا بولا۔

دوسرا فائر ہوا اور اس نے انور کا ہاتھ پکڑ کر جهازیوں کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ اس بار انہیں وہ سمت معلوم ہو گئی تھی جدر سے فائر ہو رہے تھے۔

"یہ ڈان ونسٹ کے ساتھی معلوم ہوتے ہیں۔" وہ آہستہ سے بڑیلیا۔ پھر انور سے بولا۔

"شکار کھیلو گے۔"

انور کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے۔ اس نے سوچا ممکن ہے پولیس کے آدمی ہوں اور اگر نہ بھی ہوں تو وہ خواہ ٹوواہ ڈان ونسٹ کے ساتھیوں سے کیوں الجھے۔ البرنو کا ساتھی اسے خاموش دیکھ کر بولا۔ "ہم بھاگ بھی سکتے ہیں مگر تمہاری موڑ سائکل سینیں رہ جائے گی۔ اور اگر ان لوگوں نے اسے پولیس کے سامنے پیش کر دیا تو تم مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔"

انور جواب دینے ہی والا تھا کہ پھر فائر ہوا۔

"آدمی ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔" البر انو کا ساتھی بڑی بڑی لیا۔

"تو پھر تم بھی فائر کیوں نہیں کرتے۔" انور نے کہا۔

"نہیں اسے سمجھنے دو کہ ہمارے پاس پتوں نہیں ہے۔"

"کیوں.....؟"

"میں اسے زندہ پکڑنا چاہتا ہوں۔ اس طرح وہ سامنے آ جائے گا۔"

"آختم لوگوں نے یہ کیا تقویت پھیلا رکھی ہے۔" انور بولا۔

"اے تقویت نہ کہو۔ وہ دن دو رہنیں جب تم ہماری شان میں قصیدے گاتے پھر گے۔"

انور اسے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس نے اسے چپ کر دیا۔

"شش..... خاموش وہ موڑ سائکل کی طرف آ رہا ہے۔"

موڑ سائکل کے قریب کوئی کھڑا ادھر دیکھ رہا تھا۔

"جلدی کرو..... ورنہ موڑ سائکل گئی۔ وہ سمجھتا ہے کہ شاید ہم بھاگ گئے۔"

اس نے انور کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ جملہ آور موڑ سائکل پر بیٹھنے ہی والا تھا کہ وہ

اس پر ٹوٹ پڑا۔ دونوں گھٹے ہوئے زمین پر آ رہے۔

”خداتم دونوں پر اپنی رحمت نازل کرے۔“ انور نے بلند آواز میں کہا اور اچھل کر موڑ سائکل پر بینجھ گیا۔

البرونو کا ساتھی چیننے لگا۔ مگر موڑ سائکل اسٹارٹ ہو چکی تھی اور اب اوپنی اوپنی زمین پر اچھلی کو تی آگے بڑھی جا رہی تھی۔ انور اسے کاٹھن کے بے تحاش بھاگ رہا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد اچانک پچھلے پیسے کا ٹارِ ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا اور اسے جھوٹا موڑ سائکل روک دینا پڑی۔ مگر وہ خطرے کی یوسوٹھ پکا تھا۔ ٹارِ خود بخوبی نہیں پھٹا تھا بلکہ اس پر کسی نے قار کیا تھا۔ انور کو کر جھاڑیوں کی طرف بھاگنے لگا۔

”تمہرو.....!“ اسے پشت پر آواز سنائی دی۔

انور نے پلٹ کر دیکھا ایک آدی رانفل لئے کمڑا تھا۔ اندھیرے میں صورت تو نہیں دکھائی دی۔ لیکن اس کے قد و قامت سے انور نے یہ اندازہ ضرور لگایا کہ وہ اس سے پہلے بھی کہیں اسے دیکھ چکا ہے۔

وھٹا اس کے چہرے پر تارچ کی روشنی پڑی اور اجنبی نے قہقہہ لگایا۔

”تو یہ تم ہو۔“ اجنبی نے اگریزی میں کہا اور انور نے اسکی آواز بیچان لی۔ یہ البرونو تھا۔

”تم نے مجھ پر کوئی کیوں چلائی۔“ انور گرج کر بولا۔

”مجھے غلطانی ہوئی تھی۔“ البرونو نے آہستہ سے کہا اور اس کے قریب آگیا۔

”لیکن تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو۔“

”تم سے مطلب.....!“

”میں تمہاری دلیری کے قصے سن چکا ہوں۔“ البرونو نہیں کر بولا۔ ”لیکن میر ایک ہی گھوسر تھیں بہشت کی سیر کر رہے گا۔“

”میں نے بھی تمہارا خاتمہ کر دینے کا تھیہ کر لیا ہے۔“

”بہت اچھے۔“ البرونو نے قہقہہ لگایا۔ پھر سجدگی سے بولا۔ ”ممکن ہے تم حق کہتے ہو لیکن میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ موڑ سائکل سنپھالو اور میرے ہمراہ چلو۔“

”نہیں جاؤں گا۔“ انور جھلا کر بولا۔

”چلو.....!“ البرنو نے اس کے سینے پر ہال رکھ دی۔

مجور آنور نے موڑ سائکل اٹھائی اور اسے دھکلایا ہوا البرنو کے ساتھ چلنے لگا۔

کلکت پر گلت۔ آنور بڑی طرح جھلایا ہوا تھا۔ البرنو کی شخصیت حد درجہ پر اسرار ہوتی جا رہی تھی۔ آخر وہ چاہتا کیا ہے۔ پھر اس کا ذہن البرنو کے ساتھی کی طرف منتقل ہو گیا۔ معلوم نہیں اس کا کیا اتجام ہوا۔ بہت ممکن ہے کہ اس پر حملہ آور پولیس ہی کا کوئی آدمی رہا ہو۔ کیا البرنو اس سے واقع تھا۔ آنور نے سوچا کہ اسے کچھ دیر قبیل والا واقعہ ہتا دے۔ مگر پھر ارادہ بدلتی گیا۔ آخر وہ اسے بتائے ہی کیوں۔

”کیا سوچ رہے ہو۔“ البرنو تھوڑی دین بعد بولا۔

”میں کہ میرا اور تمہارا اعلیٰ ہی کیا؟ نہ جانے کیوں تم لوگ میرے پیچے پڑ گئے ہو۔ رشیدہ کو انخواہ کرنے کا مطلب کیا تھا۔“

”تو ابھی تک یہ خیال تمہارے دل سے نکلا نہیں۔“ البرنو نے کہا۔ ”خیر..... خیر..... ابھی تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔“

البرنو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے راستے کر رہا تھا۔ کئی کھائیاں اور نالے پھلانکنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے مکان کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

”اندر چلو.....!“ البرنو نے حکماتی لمحے میں کہا۔

آنور نے موڑ سائکل ایک طرف کھڑی کر دی۔ وہ اس مکان کی ساخت پر غور کر رہا تھا۔ جس کی قصیر کے سلسلے میں زیادہ تر لگوی استعمال کی گئی تھی۔ قرب دیوار میں کچھ اور بھی نوٹے پھونٹے جھوپڑے دکھائی دیئے۔ لیکن وہ سب دیران معلوم ہوتے تھے۔ غالباً یہ جھوپڑے خانہ بدھوں کے ہوئے ہوئے تھے۔ جن میں وہ مقام فوت قائم کرتے رہے ہو گئے۔ آنور نے اس طرف کے خانہ بدھوں کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا۔ فصل کئنے کے زمانے میں وہ ان اطراف میں پھیل جاتے تھے دن میں تو کھلیاں تو میں محنت مزدوری کرتے اور رات کو چوریاں کرتے تھے۔

”دروازہ ادھر ہے۔“ البرنو نے ایک طرف اشارہ کیا۔

”آخر تم چاہئے کیا ہو۔“

"تمہاری دعوت کروں گا۔" البرانو سے دھکا دیتے ہوئے بولا۔ انور بے تحاش پلٹ پڑا۔  
البرانو کے ہاتھ سے رائفل گر گئی اور انور کا گھونسہ اس کی پیشانی پر پڑا۔  
البرنو نے لکڑا کر ایک قدم بچھے ہٹ گیا۔ انور پھر جپتا تھا اس پار البرانو نے تری طرح  
اس کی گردن پکولی کر اسے درسے لمحے میں اپنی زندگی محال نظر آئے گی۔

"احمق کہیں کے..... گدھ۔" البرانو آہستہ سے بڑبڑایا اور انور کو دھکیل کر اندر کر دیا۔  
اندر منی کے تھل کا چاغ جل رہا تھا۔ جس کی مسم روشنی میں لکڑی کے اس کمرے کی فضا  
حد وچ پر اسرار معلوم ہو رہی تھی۔ سامنے نظر پڑتے ہی انور بے تحاش چونک پڑا۔ ایک چار پاؤں پر  
وہی اپنی پڑا دکھائی دیا جس کے ساتھ رشیدہ کہیں جا رہی تھی۔ انور نے پلٹ کر البرانو کی طرف  
دیکھا جو حقیقت خیز امداد میں مسکرا رہا تھا۔

"کیا تم نے اسے مار ڈالا۔"

"نہیں..... آہستہ بولو۔ وہ سورہ ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کے سر میں پیش ابندگی  
ہوئی ہیں۔"

"وہ لڑکی کہاں ہے۔" انور نے بے ساخت پوچھا۔

"اے ڈان ونسٹ کے آدمی لے گئے۔"

"کہاں.....؟"

"ابھی یہ نہیں معلوم۔"

"تم جھوٹے ہو۔" انور گرج کر بولا۔

"تم پھر جیتنے لگے۔" البرنو نے تخت لجھ میں کہا۔ "چلو باہر چلو۔"

دونوں باہر نکل آئے۔

تحوڑی دیر بعد ایک سایہ دکھائی دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بھاری وزن اٹھائے  
ہوئے ان کی طرف آ رہا ہو۔ البرنو نے ٹارچ کی روشنی ڈالی اس کا ساتھی کسی کو پیشہ پر لا دے چلا  
آ رہا تھا۔

"یہ کیا.....؟" البرنو نے پوچھا۔

”شکار.....!“ اس نے اس آدمی کو زمین پر ڈالنے ہوئے کہا۔ البرونو کی ٹارچ بیہوں آدمی کے چہرے کے گرد روشنی کا دائرہ بنارہی تھی۔ انور نے پہلی عی نظر میں اسے پیچان لیا۔ وہ ڈان ونسٹ کے ساتھیوں میں سے ایک تھا۔

”تم ہم سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتے۔“ البرونو کے ساتھی نے انور کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

انور نے اس کے ہاتھ کو جھٹک دیا۔ لیکن دوسرا بی لمحے میں اس کے گال پر ایک تمپر پڑا۔ انور نے بھی مکا ہاں لیا لیکن البرونو درمیان میں آگیا۔ پھر اس نے اپنے ساتھی کو ڈان شروع کر دیا۔ پھر دونوں نے مل کر ڈان ونسٹ کے ساتھی کو اٹھایا اور کمرے میں لے آئے۔ البرونو نے اسے ایک لکڑی کے ستون کے سہارے کھڑا کیا۔ بخی سے اوپر تک رسی سے جکڑ دیا۔

”یہ تمہیں ملا کہاں.....؟“ البرونو نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔

”بیہنیں جگل میں.....! میں انور کو گرفتار کر کے یہاں لا رہا تھا کہ درمیان میں آ کووا۔“

”لیکن تم انور کو کیوں لا رہے تھے۔“ البرونو بگز کر بولا۔

”اس نے میرا تعاقب کرنے کی کوشش کی تھی۔“ اس نے کہا اور سارا واقعہ دہرا دیا۔

البرونو ہنسنے لگا۔

ڈان ونسٹ کے ساتھی کو جلدی ہوش آگیا۔ وہ آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

”ہیلو کاہر یہ.....!“ البرونو طنزیہ انداز میں بولا۔ ”ہمارے پیچے لگنا آسان کام نہیں ہے۔“

ڈان ونسٹ کا ساتھی خوفزدہ نظر آنے لگا۔

”رومی کہاں ہے۔“ البرونو نے تحکمانہ لمحے میں پوچھا۔

”میں نہیں جانتا۔“

”تمہیں بتانا پڑے گا۔“

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی نظریں زخمی آدمی پر جمی ہوئی تھیں جو ابھی تک ہوش میں نہیں آیا تھا۔

”میں نہیں جانتا۔“

البرنو نے اس زور کا تھپڑا اس کے گال پر سید کیا کہ پانچوں الگیوں کے نشان میں گئے۔

”ہتاو.....!“

”نہیں.....!“

اب کی اس کے ہوتوں پر گھونسہ پڑا اور منہ سے خون بہنے لگا۔

”ہتاو کہاں ہے روموی.....؟“

”نہیں.....!“

البرنو اپنے ساتھی کی طرف مڑا۔

”آتش دان میں کوئی دھکاؤ۔“

اس کا ساتھی کمرے سے چلا گیا۔ انور خاموش تھا۔ وہ البرنو کی اس حرکت کو اچھی نظر دیں سے نہیں دیکھ رہا تھا۔ البرنو نے پھر اس کے منہ پر تھپڑا مارا۔

”یہ طریقہ بذلاتہ ہے۔“ انور بے اختیار بولا۔

”بکومت.....!“ البرنو خلیج میں بولا۔ ”تم ان لوگوں سے واقع نہیں ہو۔۔۔ یہ اس قابل نہیں کہ ان کے ساتھ کوئی شریغانہ برناو کیا جاسکے۔“

”تم نے آگ کیوں جلوائی ہے۔“ انور نے کہا۔

”ایک خاص طبق نہ جو صرف اپنے پند قسم کے مریضوں کے لئے ہے۔“ البرانو مکرا کر بولا۔

ذخیر نے کراہ کر کروٹ بدی اور یہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ آہتہ آہتہ ہوش میں آ رہا تھا۔ اس کا منڈان و نست کے ساتھی کی طرف تھا اور آنکھیں کھلتے ہی سب سے پہلے اس کی نظری پر پڑی۔

”ڈی سالٹ.....!“ اس نے آہتہ سے کہا اور گڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ستون سے بندھے ہوئے آدمی کی آنکھوں سے نفرت جما لئے گئی۔

پھر اس کی نظریں البرنو کے چہرے پر پڑیں اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"لیئے رہو۔" البرنو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم نبڑی طرح زخمی ہو گئے ہو۔ جھیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"مگر.....!"

"جھیں ڈان ونسٹ کے ساتھیوں نے زخمی کر دیا۔ روموی کو اپنے ساتھ لے گئے اور میں جھیں بھاں اٹھا لایا۔"

"رومولی کو لے گئے۔" وہ مختصر پانہ انداز میں بولا۔ "بہت نہ رہا ہوتا تھا ہوا۔"

"لیکن تم اسے کہاں لے جائے ہے تھے۔" انور گرج کر بولا۔

"سی فور.....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے امید ہے کہ تم اب بھی ایک اچھے دوست ٹابت ہو گے۔"

انور تھیر انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ڈی گاریکا۔" البرنو نے آہت سے کہا۔ "جھیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"اوہ تم! میرا نام بھی جانتے ہو۔" وہ تھیر انداز میں البرنو کی طرف ہڑا۔

"ڈان ونسٹ کے دشمنوں کو مجھ سے زیادہ کون جانے گا۔" البرنو مسکرا کر بولا۔

"میں نے ششیر زنی کے مقابلے میں تمہارے کالاٹ دیکھے تھے۔"

"خیر یہ بعد کی باتیں ہیں۔" البرنو سگار سلاگا تا ہوا بولا۔ "ہمیں سب سے پہلے رومولی کا پہنچانا ہے۔"

"لیکن کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ تم رومولی میں کیوں پچھی لے رہے ہو۔" ڈی گاریکا نے تھیر ان لمحے میں پوچھا۔

"پر کوئی خاص بات نہیں۔ مجھے ہر اس ہستی سے ہمدردی ہے جس سے ڈان ونسٹ دشمنی رکھتا ہے۔"

"لیکن تم رومولی کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے۔" ستون سے بندھے ہوئے آدمی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

البرنو کا ساتھی اسی کے قریب کھڑا تھا۔ اس کے منہ سے دھرا جملہ لٹکنے سے پہلے ہی اس

نے اس کے منہ پر الٹا ہاتھ درسید کر دیا۔

”چپ رہو خرگوش کے بچے۔“ اس نے دوسرا چھپر رسید کرتے ہوئے کہا۔

”کوئی دیکھ گئے۔“ البرونو نے اس سے پوچھا۔ اس نے سر ہلا دیا۔

”ایک لوپے کی سلاخ آتشدان میں ڈال کر لاؤ۔“ البرونو نے کہا اور وہ باہر چلا گیا۔

ستون سے بندھا ہوا آدمی کا پینے لگا۔

”تو کیا تم.....!“ ذیگار لیکا چکلایا۔

”ہاں میں اس کی جربی نکالوں گا لیکن اگر یہ ہمیں روکوں کا پتہ تادے گا تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔“

”ہرگز نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔“ ستون سے بندھا ہوا آدمی خوفزدہ آواز میں چینا۔

البرونو کچھ کہنے والی جا رہا تھا کہ اس کا ساتھی گھبراۓ ہوئے انداز میں داخل ہوا۔

”کیا ہے.....؟“ البرونو نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔

”پولیس..... محاصرہ کیا جا رہا ہے۔“

”کدر.....!“

”سامنے کی جہاڑیوں میں کچھ آدمی دکھائی دیتے ہیں۔“

”اوہ..... اچھا.....!“ البرونو نے کہا اور ڈان و سٹ کے ساتھی کی کٹتی پر ایک زور دار

گھوٹسہ رسید کر دیا۔ اس کی گردان ایک طرف جھول گئی وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ البرونو اور اس کے

ساتھی نے جلدی جلدی اسے ستون سے کھول کر الگ کیا۔ انور تحریر انہ انداز میں ان کی یہ ساری

کارروائیاں دیکھ رہا تھا اور خودا بھیں میں جانا تھا کہ اس کا کیا رو یہ ہونا چاہئے۔

”تم ادھر آؤ.....!“ البرونو نے اسے ستون کے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

”کیوں.....؟“

”جلدی کرو..... ورنہ تم بھی مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ تمہاری موڑ سائیکل اس قابل نہیں

ہے کہ تم اسے کہیں لے جاسکو۔ اگر وہ پولیس کے ہاتھ لگ گئی تو سارا کام بگز جائے گا۔“

البرونو کے ساتھی نے اسے دھکیل کر ستون کے قریب کر دیا اور پھر دونوں مل کر اسے

بانہ منے لگے۔

اس سے فارغ ہو کر البرنو نے بے ہوش میکسیکن کو پیٹھ پر لاد لیا اور وہ دونوں ڈیگار ریکا سیت دوسری طرف سے باہر نکل گئے۔

انور کی عجیب حالت تھی۔ اس وقت نہ تو اسے غصہ ہی تھا اور نہ رنج۔ کبھی اس کا دل چاہتا کہ وہ قہقہہ مار کر بخس پڑے اور کبھی بذیان بکنے کا دل چاہتا تھا۔ بوڑھے البرنو نے اس کی عص خبط کر دی تھی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اسے اپنی پوزیشن کا احساس ہونے لگا۔ اگر البرنو واقعی رشیدہ کا دوست تھا تو اس وقت اس نے اسے ستون سے باندھ کر بڑی ٹکنندی کا شوت دیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو پولیس اس کے پیچے پڑ جاتی اور یہ تو ظاہر ہی تھا کہ وہ موثر سائکل دہاں سے نہیں لے جاسکتا تھا۔ ایسی صورت میں پولیس یقیناً اسے ٹکر کر دیں۔ یہ دو تین فارٹ ہونے اور گلیاں دیوا کے باہر ہی ہے سے نکلائیں۔ انور نے آنکھیں بند کر کے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔

تحموزی دیر بعد بہت سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔

”ارے.....!“ جگد لیش کی حرمت زدہ آواز انور نے پہچان لی۔ ”یہ تو انور ہے۔“

پھر کسی نے اس کا سر ہلا�ا۔ انور نے اپنی گردان ایک طرف ڈھلکا دی۔

”بے ہوش ہے۔“ کسی نے کہا۔

”لیکن وہ کہاں گئے۔“

”پیچے چلو..... پیچے۔“ کسی نے کہا۔

تحموزی دیر بعد کسی نے انور کو کھول کر زمین پر ڈال دیا۔ وہ بدستور بے ہوش ہتا رہا۔

”ند جانے کجھت کدھر نکل گئے۔“ جگد لیش کی آواز آئی۔ ”اچھا اسے اٹھا کر لے چلو۔“

انور نے سوچا شاید انہوں نے اس کی موثر سائکل نہیں دیکھی البتہ اب اسے ہوش میں آ جانا

چاہئے۔ ورنہ موثر سائکل تینیں رہ جائے گی۔

## دوسری لاش

دو کاشیل اسے اخنانے کے لئے بڑھے ہی تھے کہ اس نے کراہ کر کروٹ بدی۔ جگد لش اسے آوازیں دینے لگا۔

دفعاً وہ پوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور آنکھیں مل مل کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”ارے.....!“ وہ اٹھ کر کپڑے جماڑتا ہوا بولا۔ ”مگر میری.....!“

”تم یہاں کہاں.....؟“ جگد لش آگے بڑھ کر بولا۔

”تم نے میری موڑ سائیکل دیکھی ہے؟“ انور نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

”جی..... میں یہ پوچھتا ہوں کہ تم یہاں کیسے پہنچے۔“

”ایک بھی داستان ہے.....“ انور نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تم نے انہیں گرفتار کر لیا یا نہیں۔“

”جی..... وہ نکل گئے۔“

”بہت بُرا ہوا..... بہت بُرا ہوا۔“ انور مضطرب بات انداز میں بڑیا لیا۔

”تم یہاں کس طرح پہنچے۔“ جگد لش نے پھر سوال دہرا لیا۔

”تجھیں شاید یہ نہیں معلوم کر سکو تو اور اس کے ساتھی رشیدہ کو پکڑ کر لے گئے۔“ انور نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے محضوں کیا کہ ان لوگوں کے ساتھ ڈان منٹ کے ساتھیوں میں سے بھی ایک موجود ہے۔

”اس کے ساتھی.....؟“ جگد لش نے تحریر آمیز انداز میں دہرا لیا۔ ”تو کیا وہ کی کی ہیں۔“

”میرا تو بھی خیال ہے کیونکہ میں نے یہاں تین آدمیوں کو دیکھا تھا۔ ان میں سے ایک رُخی تھا۔“

”تو کیا تجھیں بھی وہ لوگ پکڑ لائے تھے۔“

”جی.....“ انور نے کہا اور پورا واقعہ دہرانے کے بعد مجرمی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں

البرنو کے ساتھی کو جملہ آور سے لوتے چھوڑ کر نکل بجا گا لیکن تھوڑی ہی دور گیا ہوں گا کہ کسی نے فائر کر کے موٹر سائیکل کا پچھلا پیپر بے کار کر دیا اور جب وہ قریب آیا تو میں نے اسے پہنچا۔ ”البرنو تھا۔ میں نے جلا کر اس پر حملہ کر دیا۔ اس کے بعد کے واقعات مجھے یاد نہیں۔“

”ڈان ونسٹ کے ساتھیوں میں سے کوئی دکھائی نہیں دیا۔“ جملہ نے کچھ سوچنے

ہوئے پوچھا۔

”نہیں.....!“ انور نے کہا۔ ”مجھے اپنی موٹر سائیکل خلاش کرنی چاہئے۔“

”موٹر سائیکل خلاش کرو۔“ جملہ نے دوسرا ہیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”لیکن تم یہاں کس طرح پہنچے۔“ انور نے جملہ کی طرف سفر گئی ہے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

جملہ نے ایک سفر گئی ہے تکال کر لائی اور متکرانہ انداز میں پھٹ کی طرف دیکھنے لگا۔

”مجھے اس نے اطلاع دی تھی کہ۔“ جملہ نے ڈان ونسٹ کے ساتھی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”اس کا بیان ہے کہ البرنو اور اس کا ساتھی کسی لاکی کو زبردست اخالے جا رہے تھے۔

اس نے اور اس کے ساتھی نے ان کا تعاقب کیا پھر یہ اپنے ساتھی کو یہاں چھوڑ کر ہمیں اطلاع دینے کے لئے باہر چلا گیا۔ بہر حال تو وہ لاکی تمہاری دوست رشیدہ تھی۔ مگر تمہارے بیان سے تو

یہ حکوم ہوتا ہے کہ وہ اس اجنبی کے ساتھ اپنی خوشی سے گئی تھی۔“

”میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اجنبی البرنو کا ساتھی تھا۔“ انور نے کہا۔

”افسوس تو اس بات کا ہے کہ آصف سے کچھ نہ ہو سکا۔“ جملہ نے بولا۔

”آصف.....!“ انور تھیر آمیز لمحے میں بولا۔ ”بے چارہ آصف کیا کر سکتا تھا۔“

جملہ کچھ کہنے ہی جا رہا تھا کہ دونوں کا نیبلوں نے واپس آ کر موٹر سائیکل مل جانے کی اطلاع دی۔

”آخر البرنو کا رشیدہ سے کیا تعلق۔“ جملہ نے تھوڑی دری بجہ کہا۔

”میں کسی کھنچے سے بھی تھی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

”وہ اس کے چیخپے تو نہیں لگ گئی تھی۔“ جملہ نے پوچھا۔

”ممکن ہے لیکن اس نے مجھ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔“

”ضروری بھی بات ہے۔“ جگد لیش کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”لیکن پھر سوال یہ یہدا ہوتا ہے کہ البر و نو اتنی دیر یک تمہارے یہاں کیوں نہیں رہا۔“

”ممکن ہے کہ وہ مجھے اپنی غیر معمولی قوتوں سے مرعوب کرنے کی کوشش کرتا رہا ہو۔“ جگد لیش خاموش ہو گیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر یک مجس نظر وہ سے کرنے کا جائزہ لیتا رہا پھر اپنے ہونٹ تک اس طرح سکوڑ لئے جیسے کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔

”قرب و جوار کی جھوپڑیاں اجائزہ دو۔“ وہ کاشیلوں کی طرف مڑ کر بولا۔ ”اور اس لکڑی کے مکان کو چور چور کر دو۔“

”مگر اس سے فائدہ۔“ انور نے حیرت کا انکھار کرتے ہوئے کہا۔

جگد لیش نے اسکی طرف اس طرح دیکھا جیسے اس بات کا جواب دینا کسر شان سمجھتا ہو۔ انور نے اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ ابھی اسے پولیس ہی کی لاری پر داپس جانا تھا۔ موڑ سائکل تو بیکار ہی ہو چکی تھی۔

جو چھوپڑیاں اجائزہ دی جانے لگیں۔ وہ لوگ باہر نکل آئے تھے اور اب لکڑی کا مکان بھی توڑا جانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ویران بستی اور زیادہ ویران ہو گئی۔

دہاں سے واپسی پر راستے میں جگد لیش نے انور کو پھر چھیڑا۔

”رشیدہ کون ہے۔“

”میں نہیں جانتا۔“

”تم جھوٹے ہو۔“ جگد لیش بگز کر بولا۔ ”تمہیں یہ بھی بتانا پڑے گا کہ اس کا البر و نو سے کیا تعلق ہے۔“

”اگر میں بھی جانتا ہوتا تو تم مجھے اس حالت میں نہ دیکھتے۔“

”میں تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا۔“ جگد لیش منہ سکوڑ کر بولا۔

”میں نے تمہیں اس پر مجبور تو نہیں کیا۔“ انور نے شراحت آمیز سکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”میں تمہیں بند کر دوں گا۔“

”یہ بھی کر کے دیکھ لو۔“ انور سنجیدگی سے بولا۔

”میں جو کہتا ہوں کر گز رتا ہوں۔“

”مجھے اس کا حال بھی خوب معلوم ہے۔ دعا میں دو فریدی صاحب کو جن کی بدولت کوتواں

انچارج بنے ہو۔“

”کیا مطلب.....!“

”یہ کہانی بہت جلد اخبارات میں آنے والی ہے۔“

”مجھ پر تمہاری دھمکی کا رگرنٹیں ہو سکتی۔“ جلد لش جھلا کر بولا۔

”کسی کو دھمکی دینا شریقوں کا کام نہیں۔“ انور نے مخصوصات انداز میں کہا۔ ”میں تو صرف وہ حقائق پیلک کے سامنے لاوں گا۔ جن کی بناء پر تم نے ترقی کی ہے۔“

”میں فریدی صاحب کے خیال سے تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ ورنہ تم اب تک سڑ گئے ہو تے۔“

”میری استدعا ہے کہ تم فریدی صاحب کا خیال کرنا چھوڑ دو۔“ انور نے ملجنے انداز میں کہا اور جلد لش دانت پینے لگا۔

”محوزی دیر تک خاموشی رہی۔

”تمہیں میرے ساتھ کوتوالی چلانا پڑے گا۔“

”وہ تو میں خود ہی چلوں گا۔“ انور نے کہا۔ ”کیا تم البرفو کے خلاف میری روپورث نہ لکھو  
گے۔“

”ای لئے لے چلوں گا۔“

پھر خاموشی چھا گئی۔ لاری کے انجن کی آواز نائنے میں دور دور تک پھیل رہی تھی۔ انور سکرپٹ سلاک کر خیالات میں ڈوب گیا۔ رشیدہ اسے نہی طرح یاد آ رہی تھی۔ ابھی تک وہ اس سے لاپرواہی برستا آیا تھا مگر اب اسے ایسا محسوں ہو رہا تھا جیسے وہ رشیدہ کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔ آخر ڈان ونسٹ کے آدمیوں سے اس کا کیا تعطیل؟ کیا واقعی رشیدہ کی ذات سے کوئی گمرا راز وابستہ ہے لیکن ان غیر ملکیوں سے اس کا کیا تعطیل؟ اپاٹک انور چونک پڑا۔ ایک خیال تیزی سے اُس کے ذہن میں ابھرا تھا۔ اس نے جلد لش کی طرف دیکھا جو باہر پھیلی ہوئی تار کی میں مکھور رہا تھا۔

”ڈاں نسٹ کے ساتھی نے البرنو کو کس وقت دیکھا تھا۔“ انور نے جگد لش سے پوچھا۔  
”سازھے نوبیے۔“

”اور اس کے ساتھ رشیدہ بھی تھی۔“

”ہاں..... لیکن میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ وہ رشیدہ ہی تھی۔ اس نے تو صرف ایک لوکی کا  
تذکرہ کیا تھا۔“

”بہر حال اس کا یہ بیان حد درجہ دلچسپ ہے جبکہ البرنو سازھے نوبیے سے سوا دس بیجے  
لکھ میرے کمرے میں رہا۔“

”معلوم ہوتا ہے کہ تم البرنو سے مل گئے ہو۔“ جگد لش اُسے گھور کر بولا۔

”تو پھر آصف بھی مل گیا ہو گا۔“ انور نے لاپرواہی سے کہا۔

”کیا مطلب.....؟“

”مطلب یہ کہ میرے اس بیان کی تصدیق آصف سے بھی کی جاسکتی ہے۔“  
جگد لش اُسے پھر گھورنے لگا۔

”اگر یہ صحیح ہے تو ڈاں نسٹ کے ساتھی کو کیا سمجھا جائے۔“

”بندل.....!“ انور نے بندگی سے کہا اور سگرہت سلاکنے لگا۔

”میں تمہاری طرف سے ملستن نہیں ہوں۔“ جگد لش کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”ایک عرصے سے  
یہ دیکھا جا رہا ہے کہ شہر میں ہونے والی بڑی وارداتوں میں تمہاری شخصیت کہیں نہ کہیں ضرور ابھتی  
ہے۔“

”یہ بھی تم لوگوں کی خوش قسمتی ہے۔“ انور نے کہا اور دوسرا طرف دیکھنے لگا۔

جگد لش نے کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہوا تھا کہ وہ دل  
ہی دل میں یقین و تاب کھا رہا ہے۔

تحوڑی دیر بجد وہ کو تو ای بخیج گئے۔ جگد لش نے انور کا بیان قلمبند کرنے کے بعد اسے  
جانے کی اجازت دے دی۔ انور نے موڑ سائکل دہیں کو تو ای میں چھوڑی اور ایک ٹکسی کر کے  
کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے شدت سے بھوک لگ رہی تھی۔ لیکن اس وقت شاید ہی کوئی ہوئی

کھلا ہو کیونکہ دونوں رہے تھے۔

گھر پہنچ کر اس نے اسٹوپ جلایا اور ہوٹل سے آئی ہوئی سختی چائے کو دوبارہ گرم کرنے

لگا۔

اس وقت بچھے اس کی حالت بالکل پاگلوں جیسی ہو رہی تھی۔ زہن نبڑی طرح الجھا ہوا تھا۔ یکے بعد دیگرے بے شمار سوالات زہن کے تاریک گوشوں سے ابرتے اور پھر ذوب جاتے اسے ایسا عجوس ہو رہا تھا جیسے آہستہ آہستہ سوچنے کی صلاحتیں ختم ہوتی جا رہی ہوں کیا وہ اب رشیدہ کو کبھی نہ پاسکے گا۔

پے در پے چائے کے دو تین کپ خالی کرنے کے بعد وہ پلٹک پر گزیا۔

دوسرے دن صحیح آنکھ مکھلتے ہی سب سے پہلے اسے اپنی رات کی حادثت کا احساس ہوا۔

اس نے رات کو توالی سے گھر واپس آنے کی بجائے ڈان ونسٹ کے اس ساتھی کا تعاقب کیوں نہ کیا جو پولیس والوں کے ساتھ تھا۔ البرنو کی تحریر کن حركتیں خواہ کتنی ہی پر اسرار کیوں نہ رہی ہوں لیکن رشیدہ کے محاٹے میں اس کا بیان کچھ نہ کچھ سچائی ضرور رکھتا تھا۔ انور سوچنے لگا کہ اگر ڈیگار یا کا البرنو ہوئی کا گرگا تھا تو اس نے ہوش میں آنے کے بعد البرنو کی موجودگی پر حرمت ظاہر کیوں کی تھی۔ اس کا وہ انداز انتساب قطعی مصنوعی نہیں تھا۔

انور بے اختیار اٹھ بیٹھا۔ ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کپڑے پہنے اور اس ہپتال کی طرف روانہ ہو گیا جہاں ڈان ونسٹ آصف کے بیان کے مطابق زندگی کی آخری گھریاں گزار رہا تھا۔ کو توالی راستے میں ہی پڑتی تھی۔ اس نے سوچا کہ لگے ہاتھ موڑ سائکل بھی لیتا چلے۔ وہ کو توالی کے چھانک کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک سپاہی نے اس کا راستہ روک لیا۔

”کس سے ملتا چاہتے ہو۔“ سپاہی نے پوچھا۔

”میں اخبار کا رپورٹر ہوں۔“

”اندر جانے کا آرڈر نہیں۔“

”کب سے۔“

”آج سے ابھی سے۔“

”لیکن میں اخبار کا روپورٹ ہوں۔“ انور نے احتیاج کیا۔

یہ بحث ہوئی رہی تھی کہ اندر آصف دکھائی دیا اور انور کو دیکھتے ہی اس نے اسے آنے کا اشارہ کیا اور سپاہی ایک طرف ہٹ گیا۔

آصف کچھ پریشان سانظر آ رہا تھا۔

”آج پھرے والے روک کیوں رہے ہیں۔“ انور نے اس سے پوچھا۔

”جگد لش کی جگہ ہے ورنہ اس سے کیا ہوتا ہے۔“ آصف نے کہا۔

”آخر بات کیا ہے؟“

”کوئی نئی بات نہیں۔“ آصف منہ بنا کر بولا۔ ”یہاں کا قدم رواج ہے کہ یہاں ایک قتل ہوالا شوں کی بارش ہو جاتی ہے، کیوں؟“

”آج صحیح ڈی سالٹ کی لاش ملی ہے۔“

”ڈی سالٹ.....!“ انور چونک کر بولا۔ اس نے یہ نام کہیں سناتھا۔ ”ڈی سالٹ۔“ اس نے ایک بار پھر دہر لیا۔

”ہاں وہ ڈان ونسٹ کے ساتھیوں میں سے تھا۔“ آصف نے کہا۔

انور کو یاد آ گیا۔ ڈیگاریکا نے اسے ڈی سالٹ ہی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ تو کیا البروفون نے اسے قتل کر دیا۔

”اور اس کی موت بھی اسی زہریلی سوئی کی وجہ سے واقع ہوئی تھی۔“ آصف سرگزشت

لکھتا ہوا بولا۔

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ پہلی لاش بھی ڈان ونسٹ ہی کے ساتھی کی تھی۔“ انور نے کہا۔

”دوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ ڈان ونسٹ اپنے بقیر ساتھیوں سمیت کہیں عائب ہو گیا۔“

”ارے.....!“ انور کی لمحے میں تغیر تھا۔ ”مگر تم تو کہہ رہے تھے کہ وہ نفل و حرکت بھی نہیں

کر سکتے۔“

”اس کی ظاہری حالت تو ایسی ہی تھی اور ڈاکٹروں کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ ایک ماہ سے

قتل نہیں اٹھ سکے گا۔“

”تو ڈاکٹروں نے اسے جانے کیوں دیا۔“

”ڈاکٹروں کو اس کی روائی کا علم ہی نہیں۔ یہ بات تو اش ملنے کے بعد معلوم ہوئی۔ ڈاں ونسٹ پر ایسی بھت وارڈ میں تھا اور اس کے ساتھی بھی وہیں مقیم تھے۔ اش ملنے کے بعد جگد لش نے ہپتال فون کیا تب یہ بات معلوم ہوئی۔“

انور کا دماغ چکرانے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ البرونو نے ڈی سالٹ کو قتل کیا تھا تو ڈاں ونسٹ وغیرہ کیوں غائب ہو گئے۔

”کیا سوچ رہے ہو۔“ آصف نے کہا۔ ”ہاں رشیدہ کا کیا ہوا۔“

”کچھ نہیں..... کچھ بھی نہیں۔“ انور بے چینی سے بولا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کیا کروں؟“

”اڑے یہ تم بول رہے ہو۔“ آصف نے حیرت سے کہا۔ ”میں نے اس سے قبل تمھیں اتنا پریشان نہیں دیکھا۔“

”میری ساری صلاحیتیں جواب دے گئی ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اب رشیدہ مجھے کبھی نہ ملے گی۔ میں ابھی تک خود کو قریب دیتا رہا ہوں۔ میں اسکے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔“ آصف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اسے انور سے ایسے الفاظ کی توقع نہیں تھی۔ وہ تو اسے بالکل جانور اور عورت کے معاملے میں پتھر کی طرح بے جان سمجھتا تھا۔

انور وہاں زیادہ دیر تک نہیں رکا۔ اس نے اپنی موڑ سائکل اخراجی اور اسے گھینٹا ہوا قریب ہی کے ایک کارخانے تک لاایا۔ وہاں اسے مرمت کے لئے چھوڑ کر ایک طرف چل چکا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کہاں جائے؟ آگے چل کر ایک پلک نیلی فون پوسٹ کے قریب پتھر رکا۔ آج وہ آفس نہیں جانا چاہتا تھا اور جا کر کرتا بھی کیا۔ جب کہ دماغ قریب قریب بے کار ہو کر رہ گیا تھا۔

”اس نے خیبر کو فون کر دیا کہ وہ آج دفتر نہ آ سکے گا۔“

”لیکن..... پتھر..... اب کہاں جائے اور کیا کرنے؟ اب تو اسے اپنی بے بھی پر غصہ آنے لگا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ڈاں ونسٹ کو جلاش کرے یا البرونو کو۔ اور ڈی گاریکا تو

البر ونو کے ساتھ تھا۔ ممکن ہے وہ اب بھی اسی کے ساتھ ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ خود کو مھلکہ خیز لگنے لگا۔ فٹ پاتھ پر اس طرح گم سم کھڑے رہنا کوئی اچھی علامت نہ تھی۔ وہ گزیدا کر پاس کے ایک ریستوران میں مکھس گیا۔ ابھی وہ دروازے میں ہی تھا کہ ایک آدمی اسے دھکا دیتا ہوا تیزی سے اندر داخل ہوا۔ انور کی نگاہیں اس کا تعاقب کرنے لگیں اور یہ دیکھ کر اسے حیرت ہوئی کہ وہاں بیٹھنے کی بجائے وہ دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔ یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ انور اسکی صورت بھی نہ دیکھ سکا۔ وہ اس دروازے کی طرف بڑھا لیکن باہر فٹ پاتھ پر چلنے والوں میں وہ شخص نہیں دکھائی دیا اور پھر انور کو اپنی حفاظت پر فٹی آنے لگی۔ رہا ہو گا کوئی۔ کسی غلط قسم کی بنا پر یہاں چلا آیا ہو گا اور پھر اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی دوسرے دروازے سے نکل گیا۔

انور ایک خالی میز کے قریب بیٹھ گیا۔ کچھ کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن چونکہ آپ کا تھا اس لئے کچھ نہ کچھ ملکوانا ہی پڑا۔ چائے اور چیزیوں کا آرڈر دے کر اس نے سکریٹ نکالنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ ہی تھا کہ کوئی سخت سا کاغذ اس کی اگلیوں میں کڑکڑایا۔ یہ ایک بند لفاظ تھا جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔

لیکن وہ اس کی جیب میں کیسے پہنچا؟ تو کیا اس آدمی نے اسی لئے اسے دھکا دیا تھا۔ انور نے لفاظ چاک کیا۔ اس میں اسی کے نام ایک ناپ کیا ہوا خط تھا۔

انور خط ملتے ہی سرکلر روڈ کی عمارت ”آشیانہ“ میں پہنچ گا۔ ”تمہیں کمی بار فون پر بلانے کی کوشش کی گئی لیکن جواب نہ ملا۔ غالباً تم سمجھتے ہی گئے ہو گے کہ میں کون ہوں مجھے تم پر اعتماد ہے کرم اپنے ساتھ پہلیس نہیں لاوے گے۔“

خط پڑھ کر انور نے لفاظ جیب میں رکھ لیا اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ یہ وہ چائے رکھ کر چلا گیا۔ اس نے جلدی جلدی دو ایک چیزیاں کھائیں اور چائے اٹھیل کر بڑے بڑے گھوٹ لینے لگا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ خط کس کا ہو سکتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مل ادا کر کے باہر آیا۔ ایک لیکسی کی اور سرکلر روڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔

## ناقابل یقین

سرکلر روڈ پر بہت زیادہ عمارتیں نہیں تھیں اس لئے "آشیانہ" ڈھونڈنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ یہ ایک طویل و عریض عمارت تھی۔ سامنے ایک پائیں باغ تھا لیکن ابتر حالت میں، شاید اس کی دیکھ بھال نہیں کی جاتی تھی۔

انور چھاٹک سے گزرتا ہوا پائیں باغ طے کر کے برآمدے میں آیا۔ یہاں سناٹا تھا اس کی نظر دیوار میں لگے ہوئے سونچ بورڈ پر پڑی جس پر کھنچی کا بنی موجود تھا اس نے کئی بار تھوڑے تھوڑے و قرنیکے ساتھ بنی دبایا مگر جواب ندارد۔

اس نے دوست سک تو قف کیا پھر واپس لوٹنے کے لئے تیار ہو گیا۔ وہ سونچنے لگا ہو سکا ہے کہ یہ سب کچھ اسے پھسانے کے لئے کیا گیا ہو۔ وہ برآمدے کی سیر ہیاں طے کر رہا تھا کہ اسے کسی نے پہنچے سے آواز دی۔ انور مرڑا..... دروازے میں البرونو کھڑا تھا۔

"میں اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ تم تھا ہی آئے ہو۔" وہ سکرا کر بولا۔ "اے لئے تمہیں انتظار کرنا پڑا۔ اندر آ جاؤ۔" انور چند لمحے اسے گھوٹا رہا پھر خاموشی سے اندر چلا گیا۔

وہ متعدد کردوں سے گزرتے ہوئے ایک وسیع ہال میں پہنچے جہاں ڈی گاریکا اور البرونو کا ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انور کو دیکھ کر البرونو کے ساتھی نے معنی خیز انداز میں سرہلا یا۔ البرونو نے صوفے کی طرف اشارہ کیا اور خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ انور کی نظریں ڈی گاریکا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جو بہت زیادہ مصلحت نظر آ رہا تھا۔

تھوڑی دیر سک خاموشی رہی پھر دھنٹا البرونو بولا۔

"ڈاں وسٹ اپنے ساتھیوں سمیت کہیں غائب ہو گیا ہے اور ہم میڈ موز نکل روہولی کا

سراغ لگانے میں ناکام رہے۔"

انور اسے گھوٹنے لگا۔

"تم نے ڈی سالٹ کو مار ڈالا.....!" انور نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں اس نے خود کشی کر لی۔" البروفو بولا۔

"خود کشی.....!"

"ہاں..... اس نے اپنے جسم میں زہر ملی سوئی چبھوئی۔ ہم اس سے روموی کے متعلق

پوچھ رہے تھے۔"

"رومولی..... رومولی.....!" انور بھتنا کر بولا۔ "اس کا نام رومولی نہیں رشیدہ ہے۔ تم

اے خواہ تو وہ کوئی غیر ملکی نام کیوں دے رہے ہو۔"

"اس کا تو یہی اور نہ ہی نام رومولی ہی ہے۔" البروفو مسکرا کر بولا۔

"تم اس سے متعلق مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔" انور جھلا کر بولا۔ "تے جانے تم لوگوں نے

کس حم کا چال پھیلا رکھا ہے اور مجھے بھی یہ قوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"میں تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا۔" البروفو نے ڈی گاریکا سے کہا۔ "یہ دشواری ضرور چیز

آئے گی۔" پھر انور کی طرف مڑ کر بولا۔ "اچھا تم اس کے متعلق کیا جانتے ہو۔ چلو میں کہتا ہوں

اس کا نام رشیدہ ہی کی۔ پھر وہ کون ہے کس کی بیٹی ہے کس سرزمن سے تعلق رکھی ہے۔ اگر تم یہ  
سب جانتے ہو تو مجھے بتاؤ۔"

انور کے من سے ایک لفڑا بھی نہ نکل سکا۔ وہ خاموشی سے البروفو کی صورت دیکھ رہا تھا۔

"تم اس کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔" البروفو نہیں کر بولا۔ "اور تے وہ تمہارے متعلق کچھ  
جانتی ہے لیکن میں تم دونوں کے متعلق سب کچھ جانتا ہوں۔"

"ہونہہ.....!" انور طنزی پر انداز میں سکرایا۔ "تم میرے متعلق کیا جانتے ہو۔"

"سنو گے۔" البروفو نے سکرا کر کہا۔ "اچھا تو سنو! تم نواب وجاهت علی خاں کے لڑکے ہو۔"

انور بے اختیار اچھل پڑا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر البروفو کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تمہارے پچھا شاہت علی خاں نے تمہیں اپنے بھائی کی ناجائز اولاد ثابت کرائے ان کے  
ترکے سے محروم کر دیا۔ حالانکہ مجھے اچھی طرح علم ہے کہ تمہاری ماں ان کی بیوی تھی۔"

"تم کیسے جانتے ہو۔" انور مضطربات انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھ جاؤ..... بیٹھ جاؤ۔" البروفو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں یہ بھی

جاننا ہوں کہ تمہاری زندگی کا یہ حادث تھیں غلط راستوں پر نکال لے گیا۔ تمہاری نظرؤں میں یہ عظیم کائنات اور اس میں متحرک زندگی محس ایک ڈھکو سلا اور بے معنی چیز بن کر رہ گئی۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔"

"مجھے تمہاری ہمدردیوں کی ضرورت نہیں۔" انور ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"تو پھر اٹھا کر باہر پھیل دیا جائے۔" البروفو کے ساتھی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"چپ چاپ بیٹھے رہو۔" البروفو نے اسے ڈانٹا اور وہ پھر بیٹھ گیا۔ لیکن وہ اب بھی حسر

آمیز نظرؤں سے انور کو دیکھ رہا تھا۔

"اور رشیدہ کے متعلق سننے کے بعد تھیں اپنے پر یقین نہ آئے گا۔" البروفو مسکرا کر بولا۔

"لیکن جس طرح میں نے تمہارے متعلق بتایا ہے اسی طرح رشیدہ کے متعلق بھی بتا سکتا ہوں۔"

انور اسے استقہامی نظرؤں سے دیکھ رہا تھا۔ البروفو نے رک کر سگریٹ سلاکیا اور تن کش

لینے کے بعد کہا۔

"رشیدہ ایک غیر مسرووف جزیرے کی شہزادی ہے۔"

انور کو بے اختیار بھی آگئی۔

"اب تم مجھے پریوں کے دلیں کی کہانی سناؤ گے اور مجھے اپنی نافی اماں یاد آ جائیں گی اور

پھر کہانی کے خاتمے پر کہہ دینا کہ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔" انور نے پھر قہقہہ لگایا۔

البروفو کے ہوتوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔

"سی فور، البروفو کا بیان صحیح ہے۔" ڈی گاریکا آہستہ سے بولا۔

"تم لوگ مجھے یوقوف نہیں بنا سکتے۔" انور اٹھتا ہوا بولا۔ "تم یہاں کوئی بہت عی خوف

تک جرم کرنا چاہتے ہو۔ اس سے پہلے بھی کئی مجرموں نے ہمیں اپنے راستے سے ہٹانا چاہا ہے۔"

"بیٹھ جاؤ۔" البروفو تھکانہ لے جئے میں بولا۔

انور غیر ارادی طور پر بیٹھ گیا۔

"تمہاری حقیقت ہی کیا ہے۔" البروفو نے کہا۔ "اگر میں تھیں اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا

تو کل رات ہی ہٹا دیتا۔ تم میری نظرؤں میں ایک طفل کتب سے زیادہ نہیں ہو۔"

"البرفو تھیک کہہ رہا تھا۔" انور کا سر پچھا نے لگا اور پھر دھنٹا سے یاد آگیا کہ رشیدہ اپنے کسی راز کو چھپانے کے لئے داراب کے قفل پر کمر بستہ ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ کوئی معمولی واقعہ نہ رہا ہو گا لیکن اگرچہ جو وہ کسی ملک کی شہزادی تھی تو ایک معمولی عورت کی طرح کبھی زندگی بر کردی تھی اور پھر سب سے حرمت انگیز بات یہ تھی کہ وہ سو فصلی ہندوستانی معلوم ہوتی تھی۔

بخلاف وہ کسی غیر ملک کی شہزادی کیسے ہو سکتی ہے۔"

"کیا سوچنے لگے۔" البرفو اسے خاموش دیکھ کر بولا۔

"میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔ میرا دماغ بے کار ہوتا جا رہا ہے۔" انور نے آلتائے ہوئے لمحے

میں کہا۔

"سب کچھ سمجھ سکتے ہو بڑھ لیکہ دوسروں پر اختداد کنا سمجھو۔"

انور بے بی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"تمہیں حق اس لئے حرمت ہے کہ تم اس جزو سے کے عجیب و غریب رسم درواج سے واقف نہیں ہو۔" البرفو نے کہا۔ "دہاں کے تاج اور تخت کا حقدار بچپن ہی سے دہاں سے ہٹا کر کسی دوسرے ملک میں رکھا جاتا ہے اور سن بلوغ کے پہنچنے پر پھر دیہیں واپس چلا جاتا ہے اور حکمران کے مرلنے کے بعد عہان حکومت خود سنبھالا ہے۔ اگر حکمران ولی عہد کی کسی ہی میں مرجائے تو اس کا قریبی عزیز اس کے بالغ ہونے تک امور سلطنت انجام دیتا ہے اور رسولی یا رشیدہ اپنے باپ کی پہلی اولاد ہونے کی حیثیت سے تخت کی حقدار تھی اس لئے اسے جزو سے ہٹا دیا گیا۔ اسی دوران میں اس کا باپ حادث کا شکار ہو گر گیا۔ لہذا رشیدہ کا پیچا عارضی طور پر دہاں حکومت کرنے لگا۔ رشیدہ کو میکیو میں رکھا گیا تھا۔ ایک دن اپاٹک اس پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ ذی گاریکا اس کا اتنا لگت تھا۔ اسی نے کسی طرح پر لگایا کہ رشیدہ کا پیچا اسے ختم کر کے خود بیٹھ بیٹھ کے لئے تخت کا مالک بننا چاہتا ہے۔ لہذا اس نے دوراندری سے کام لے کر یہ شہر کر دی کہ رشیدہ کو کسی نے مارڈا اور پھر اسے لے کر ادھر ادھر کی خاک چھاتا رہا۔ نہ جانے کبھی اسے یہ خیال آیا کہ رشیدہ صرف ہندوستان میں محفوظ رہ سکتی ہے۔ لہذا تم یہ خود سوچ سکتے ہو کہ جس پیچے کی پروردش ہندوستانی ماحدوں میں ہوئی ہو وہ سو فصلی ہندوستانی ہی ہو گی۔ ذی

گاریکا نے اس کی پروردش بالکل ہندوستانی طریقے پر کرائی۔ رشیدہ اپنی اصلاحت سے چھپی طرح واقع تھی۔ لہذا فطری طور پر کسی ایک ایسے آدمی کی اسے ٹلاش ہوئی جو اس کی حفاظت کر سکے۔ اس کے لئے اس نے تمہیں منتخب کیا۔ ڈی گاریکا رشیدہ کو یہاں چھوڑ کر واپسی چلا گیا۔ لیکن اکثر وہ اسے دیکھنے کیلئے آتا رہتا تھا۔ اس دوران میں شاید رشیدہ کے پیچا کے جاسوسوں کو اس کا علم ہو گیا انہوں نے اسکی اطلاع اس کے پیچا کو دی اور اس نے ڈان ونسٹ کو یہاں بھیجا، تاکہ رشیدہ کو پکڑوا سکے۔ اس بار جب ڈی گاریکا اپنے لڑکے اور لڑکی کے ساتھ ہندوستان آیا تھا ڈان ونسٹ اور اسکے ساتھی پیچے لگ گئے تم نے اس دن منج جو لاش دیکھی تھی وہ ڈی گاریکا کے لڑکے کی تھی۔ ڈان ونسٹ کے ساتھیوں نے اسے قتل کیا تھا۔ ”البرونو خاموش ہو گیا۔

انور کی نہایں ڈی گاریکا کی طرف اٹھ گئیں جس کی آنکھوں میں دموم نے موٹے قطرے جھلک لارہے تھے۔ وہ اٹھ کر کمرے سے چلا گیا۔

”بے چارہ۔“ البرونو نے کہا اور انور کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔

”لیکن ڈی گاریکا یہاں پہنچا کس طرح۔“ انور نے کہا۔ ”اس کا ریکارڈ کسی سفارتخانے میں نہیں ہے۔“

”وہ باقاعدہ اور جائز طور پر یہاں داخل نہیں ہوا۔“ البرونو نے جواب دیا۔

”اور تم.....!“ انور نے مختار بات انداز میں کہا۔ ”تم کس سفارت خانے کے ذریعے سے یہاں آئے ہو۔ تمہارا بھی کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔“

”ہم لوگوں کو کسی ذریعے کی ضرورت نہیں۔“ البرونو کے ساتھی نے کہا پھر البرونو سے مخاطب ہو کر بولا۔ ”میں نے ڈی گاریکا کی لڑکی کو نہیں دیکھا، کیا وہ کافی صیئن ہے۔“

”بکومت.....!“ البرونو اسے گھورنے لگا۔

”تو یہ ڈرامہ کب ختم ہو گا۔“ انور نے کہا۔ اس کے لبھ میں بے اعتباری تھی۔

”تم شاید ابھی تک اسے مذاق ہی بکھر رہے ہو۔“ البرونو بولا۔

”حقیقت سمجھنے کی بھی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔“

”آخر تمہیں کس طرح یقین آئے گا۔“

”کسی طرح نہیں۔“ انور نے لاپرواں سے کہا۔ ”الف لیلے کی یہ بھی چوڑی داستان نہ کے بعد اسے سو فصدی یقین ہو گیا تھا کہ البرونو اسے یوقوف بنا رہا ہے۔ وہ سوچنے لگا کہ رشیدہ کا راز اتنا بے سروپا نہیں ہو سکتا۔ یقین البرونو اس سے رشیدہ کی آڑ میں کوئی بھی اک جرم کرانا چاہتا ہے۔ البرونو بغور اسکے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ دھڑا وہ اٹھا اور انور کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

”میرے ساتھ آؤ۔۔۔!“

انور پہلے تو پچھلایا لیکن پھر اس کے ساتھ ہولیا۔ البرونو اسے ایک کمرے میں لا لیا اور دروازہ بند کر دیا۔

”تم نے ابھی کہا تھا کہ تمہیں اس کہانی پر یقین نہیں آ سکتا۔“ وہ مسکرا کر بولا۔

”اور اب بھی سمجھی کہتا ہوں۔“

”اچھا تو ادھر بیٹھ جاؤ۔“ البرونو نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

”کیوں اب کوئی شعبدہ دکھانے کا ارادہ ہے۔“ انور مسکرا کر بولا۔

”سمجھ لو۔“ البرونو نے لاپرواں سے کہا۔

البرونو دوسری طرف چلا گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک ایک میز پر رکھے ہوئے کاغذات الٹا پلتا رہا پھر اپنے ہاتھ میں ایک اخبار دبائے ہوئے واپس آیا۔ کاغذ کی رنگت بتاریخ تھی کہ وہ بہت پرانا اخبار ہے۔ البرونو نے وہ اخبار انور کے سامنے پھیلا دیا اور ایک تصویر پر انگلی رکھ کر انور کی طرف دیکھنے لگا۔ یہ ایک تنفسی سی بچی کی تصویر تھی جس کے نیچے لکھا ہوا تھا۔

”کسی بے درد نے اس مخصوص بچی کو قتل کر دیا۔ لاش ایک پیلک پارک میں پائی گئی۔ قتل کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔“

انور تصویر کو بغور دیکھ رہا تھا۔ دھڑا وہ اچھل پڑا۔ لیکن شاید اس کا یہ رویہ البرونو کے لئے غیر متوقع تھا۔ وہ انور کی طرف دیکھنے لگا۔

”یہ تو کچھ بچہ رشیدہ کے بچپن کی تصویر معلوم ہوتی ہے۔“ انور نے کہا۔

”تمہیں کیسے معلوم ہوا۔“ البرونو کے لبھ میں حیرت تھی۔ ”کیا اس کے پاس اس کے بچپن کی تصویر تھی۔“

"ہاں... میں نے اسکے لاکٹ میں دیکھی تھی۔ یہ لاکٹ اس کے ہار میں لگا ہوا ہے۔"

"بہر حال اب تمہیں اس پر یقین ہو جانا چاہئے۔" البرنو نے کہا۔ "یہ میکیکو کے شہر اور بندگاہ، ویراکروز کا اخبار ہے۔"

انور نے اخبار انھیا اور ویراک دیکھا رہا۔ پھر البرنو کو گھور کر بولا۔

"مگر اس میں کسی شہزادی کا ذکر نہیں۔ تم کہہ رہے ہے تھے کہ ڈی گاریکا نے اس کے قتل کی خبر مشہور کر دی تھی۔"

اس کی شہرت اس جزیرے میں ہوئی تھی۔ مہذب دنیا تو یہ بھی نہیں جانتی کہ اس جزیرے میں کوئی آبادی بھی ہے۔ دنیا کے ویران جزیروں میں اس کا بھی شمار ہوتا ہے۔ وہاں کے باشندے نہیں چاہتے کہ مہذب دنیا ان کے وجود سے واقف ہو۔ حالانکہ وہ خود بھی کافی ترقی یافت ہیں اور ترقی یافتہ ممالک سے تعلق رکھتے ہیں۔

"البرنو کیا تم مجھے پوچھتے ہو۔" انور سنجیدگی سے بولا۔ "میں نہیں جانتا کہ تمہارا مقصد کیا ہے لیکن مجھے یہ وقف ہنانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"مجھے اس دشواری کا علم تھا کہ تم یقین نہ کرو گے۔" البرنو مسکرا کر بولا۔ "خود مجھے بھی حیرت ہے کہ اس جزیرے کے باشندے الی صورت میں اپنا وجود کیوں کر چھائے ہوئے ہیں جبکہ وہ دوسرے ممالک سے بھی تعلقات رکھتے ہیں۔"

"جب تمہیں خود اس پر یقین نہیں آتا تو مجھے کیوں یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہو۔" انور نے کہا۔ "میں نے یہ تو نہیں کہا کہ مجھے اس پر یقین نہیں۔ یقین ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ حیرت بھی۔"

انور خاموش ہو گیا۔ البرنو بھی کچھ سوچ رہا تھا۔ وھلا انور بولا۔

"ڈان ونسٹ نے پولیس کو بیان دیا تھا کہ تمہاری اس سے الگینڈ میں لڑائی ہو چکی ہے اس لئے تم اس کے جانی دشمن بن گئے ہو۔"

"یہ قطعی غلط ہے۔ اس کا تعاقب میں الگینڈ ہی سے کر رہا ہوں لیکن یہاں چکنے سے قبل شاید اس کا علم بھی نہ ہو۔ تم نہیں جانتے اس نے یہ شوہر گھن اس لئے چھوڑا تھا کہ ڈی گاریکا

کے لا کے کا قتل میرے سر تھوپ دیا جائے اور اسے اس میں کامیابی بھی ہوئی۔ پولیس نے اسے چھوڑ کر میرا تعاقب کرنا شروع کر دیا اور میں نے بھی دیدہ دانست پولیس کو اس کا موقع دیا تھا۔

”کیوں.....؟“ انور چوک کر بولا۔

”مخفی اس لئے کہ ڈان و نسٹ جس مقصد کے لئے ہندستان آیا تھا اسے آسانی سے پورا کر سکے۔“

”تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔“

”تم سمجھے شاید میں اختلاف بیانی سے کام لے رہا ہوں۔“ البرونو مکرا کر بولا۔ ”میں یہ ضرور جانتا تھا کہ ڈان و نسٹ ہندستان جا رہا ہے.....“ البرونو خاموش ہو گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ انور اس کی باتوں میں دلچسپی لینے کی بجائے دوسری طرف دیکھ رہا ہے۔ البرونو کے ہوتوں پر ایک پر اسرار مکراہٹ پھیل رہی تھی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنے چہرے پر گلی ہوئی گھنی ڈاڑھی الگ کر دی۔ انور ابھی تک دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے جہاں سے بات ختم کی تھی وہیں سے پھر شروع کر دی۔ ”میں جانتا تھا کہ ڈان و نسٹ ہندستان جا رہا تھا لیکن اس کے مقصد سے واقع نہیں تھا۔ یہاں آ کر.....!“

”بس ختم بھی کرو۔“ انور یک بیک اس کی طرف مڑ کر بولا۔ لیکن دوسرے عی لمحے میں اس کے من سے ایک تحریر آمیز حیثیت کی اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”آپ.....!“ انور کا من پھیل کر رہا گیا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو۔ البرونو کی جگہ ایشیا کا جوان سال اور دلیر سراغ رسائی انسپکٹر فریدی مکراہتا تھا۔

”اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔“ انور آہستہ سے بڑی بڑی۔

”تمہاری بے یقینی سے خدا ہی پچائے۔“ فریدی نے کہا۔

”جی نہیں..... یہ بات نہیں۔“ انور جلدی سے بولا۔

”خیراب زیادہ بدحواسیاں دکھانے کی ضرورت نہیں۔ ہم آج ہی ڈان و نسٹ کے تعاقب میں روانہ ہو رہے ہیں۔“

”لیکن آخر آپ اس بھیس میں کیوں ہیں۔“ انور مضطربانہ انداز میں بولا۔

"یہ بھیں میں نے سین آکر بدلا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "میں دراصل خاموشی سے کام کرنا چاہتا تھا۔ اس دن میے پول ہوٹل میں میں نے ہی تم لوگوں کو ایک خط بھجوایا تھا حالانکہ میں نے غلطی کی تھی اور اسی غلطی کی تلافی کے لئے مجھے رائق کلب والے مقابلہ میں حصہ لیتا ہے۔ پھر پولیس اسے چھوڑ کر میرے پیچے لگ گئی۔ اگر ڈان ونسٹ کی نقل و حرکت دیکھی جاتی تو وہ مکمل کر کام نہ کر سکتا۔ کل رات کو بھی عجیب اتفاق پیش آیا تھا۔ ڈی گاریکا سے میں کل رات ہی واقع ہوا۔ ڈان ونسٹ کے ساتھی اس کا تعاقب کر رہے تھے اور میں ان کے تعاقب میں تھا اور پھر مجھے یہ معلوم ہوا کہ انہیں جس لڑکی کی علاش تھی وہ رشیدہ تھی۔ لہذا اس صورت میں مجھے خاص طور پر دلچسپی لئی پڑی۔"

"پولیس والے آپ کی علاش میں بڑی طرح سرگردان ہیں۔"

"ان لوگوں کو یہ تو قوف بنتانا مشکل نہیں۔" فریدی نے کہا اور بجا ہوا گار سلاک نے لگا۔

"اچھا تو دوسرے صاحب میاں حید ہیں۔"

"ظاہر ہے۔"

"رشیدہ کے متعلق آپ کو یہ ساری باتیں ڈی گاریکا سے معلوم ہوں گیں۔"

"ہاں..... کل رات کو اس نے مجھے سارا دا اقتدار تباہا۔"

"وہ آپ کو البر و نو ہی کی حیثیت سے جانتا ہے۔"

"ہاں..... اور یہی نحیک بھی ہے۔ ورنہ وہ بہتر ک جائے گا۔ میں اس اندیختے جزیرے کا

سفر کرنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن آپ ڈان ونسٹ کے پیچے کس طرح لگ گئے تھے۔"

"ایک دن ہم لوگ لندن کے جنریز ہوٹل میں رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ ہمارے ساتھی اسکاٹ لینڈ یارڈ کا چیف اسپلائز براؤنڈ بھی تھا۔ ہمارے قریب ہی ڈان ونسٹ اور اس کے ساتھی بھی موجود تھے۔ براؤن نے مجھے بتایا کہ یہ ان لوگوں کو خشتہ سمجھتا ہے اور اس دوران میں انہوں نے کچھ ایسی حرکتیں بھی کیں کہ مجھے دلچسپی لینے پر مجبور ہو جانا پڑا اور پھر مجھے ان کی گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ وہ ہندوستان جا رہے ہیں۔ میں تھوڑی بہت ایکنی بول اور سمجھ لیتا ہوں۔ میں نے

ڈی گاریکا کا نام انہیں کی زبان سے سنا تھا۔ وہ اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا خیال تھا کہ ڈی گاریکا کی منزل ہندوستان ہو ہی نہیں سکتی ممکن ہے وہ وہاں سے کہیں اور بھی جائے پھر کسی لڑکی کا تذکرہ آگئی ہے وہ پکڑ کر اپنے ساتھ کہیں لے جانا چاہئے تھے۔ بہر حال ان کی ٹھنڈگوای تم کا معمر تھی۔

فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"جب آپ کو یہ نہیں معلوم کر ڈال نہ سمجھ گیا کہاں تو آپ اس کا تعاقب کس طرح کریں گے۔"

"ظاہر ہے کہ وہ رشیدہ کو پا جانے کے بعد اس جزیرے کا رخ کرے گا اور یہ واضح ہے کہ وہ چوری چھپے یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرے گا۔ اس کے لئے کوئی غیر معروف عی راستہ کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ لہذا ہم کہیں سے بھی روانہ ہوں انہیں اس جزیرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی جائیں گے۔"

فریدی انٹھ کر میر کی طرف چلا گیا اور آئینے میں دیکھ دیکھ کر دوبارہ اپنے چہرے پر مصنوعی ڈاگی لگانے لگا۔

"تم شاید ابھی تک یقین اور شہبے کی سکھی میں جلا ہو۔" فریدی نے تھوڑی دری بعد کہا۔

"نہیں تو.....!" انور جلدی سے بولا۔ "میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو شاید وہ لوگ مجھے ختم کر دیتے۔"

"اس میں تو شک نہیں۔" فریدی نے مڑ کر ہنتوں میں نیا سگار دباتے ہوئے کہا۔

انور نے پھر کچھ پوچھنا چاہا لیکن کچھ سوچ کر رک گیا۔

"اب سوچتا ہوں تو خود مجھے حرمت ہوتی ہے۔" فریدی تھوڑی دری بعد بولا۔ "کوئی صحیح الدماغ آدمی اسکی حرکت نہیں کر سکتا۔ جیسی میں نے کی ہے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے کہ میں ان لوگوں کے پیچھے لدن سے یہاں تک دوڑتا چلا آیا اور یہ سب کچھ ڈال نہ سمجھ کھض ایک جملے پر ہوا۔ اس کا ایک ساتھی کہہ رہا تھا کہ کہیں وہ

ہندوستان میں کسی مصیبت میں جلا نہ ہو جائیں جس پر ڈان ونسٹ نے کہا کہ وہاں سب گدھے  
لئے ہیں وہاں کی پولیس اتنی ذیں نہیں ہے کہ کام میں حارج ہو سکے۔  
”اوہ.....!“

”اور پھر میں ان کے پیچھے لگ گیا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اگر ڈی سالٹ خود کشی نہ  
کر لیتا۔!“

باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی اور فریدی اپنے اپنے خاموش ہو گیا۔ آنے والا ڈی گاریکا تھا۔  
وہ ایک زبان میں کچھ کہتا رہا اور فریدی سر ہلا ہلا کر سخنا رہا۔ بہر حال ڈی گاریکا کے انداز سے تھر  
ظاہر ہو رہا تھا۔ پھر فریدی نے اس سے کچھ کہا اور وہ مسکرا کر واپس چلا گیا۔

”یار میں حمید سے عاجز آگیا ہوں۔“ فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔

”کیوں؟ کیا ہوا۔“

”ڈی گاریکا نے شاید اس سے اپنی لڑکی کا تذکرہ کیا تھا جو نہیں کہیں ہوئی میں نہبھی ہوئی  
ہے۔ لہذا وہ اسے بختا نت تمام بہاں لانے کا وعدہ کر کے گیا ہے۔ ڈی گاریکا افسوس ظاہر کر رہا  
تھا کہ اس نے اس کام کے لئے اپنی خوبصورت ترین ڈاڑھی چیل کر رکھ دی اور ایک ہندوستانی  
کے بھیں میں گیا ہے۔ اسے اس بات پر حیرت ہے وہ ہم لوگوں سے اس تری طرح مرعوب ہوا  
ہے کہ ہمیں اپنے پراسرار جزیرے میں لے جانا چاہتا ہے حالانکہ یہ اس قوم کی تاریخ میں پہلا  
واقع ہو گا۔ وہاں آج تک کسی غیر ملکی کے قدم نہیں پہنچے۔“

”یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔“ انور نے کہا۔

”میری معلومات کا انحصار حضن ڈی گاریکا کے بیان پر ہے۔ حقیقت کیا ہے اس کے متعلق  
میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ ڈی گاریکا نے بتایا ہے کہ اس جزیرے کے باشندے نہ لائیں  
ہیں۔ اچیں کے پہ سالار کوئی نے جب میکیکو پر حملہ کیا تھا اس وقت وہاں موئی زوما کی  
حکومت تھی۔ اتنا تھا کوئی کا ایک سردار اپنے دستے سیست موئی زوما سے مل گیا۔ اس غداری  
کا باعث موئی زوما کی حسین لڑکی اور نائی تھی وہ اس پر عاشق ہو گیا تھا۔ کوئی نے موئی زوما  
کو ٹکست دے دی اور وہ سردار اور نائی اپنے دستے سیست ٹکوریٹا ہوتا ہوا جائز بہادر کی طرف

فرار ہو گیا۔ پھر انہوں نے ایک غیر آباد جزیرے میں پناہ لی جو جزیرہ اینڈروس اور جزائر والنگ کے درمیان میں واقع ہے۔ چونکہ آج بھی لوگوں کو یقین ہے کہ وہ جزیرہ غیر آباد ہے اسلئے وہ بیرن آئی لینڈ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن وہاں کی آبادی میں لاکھ کے قریب ہے۔ ذی گاریکا کا کہنا ہے کہ وہ جزیرہ بھی غیر آباد نہیں تھا۔ وہاں اب بھی جنگلوں میں کہیں کہیں قدیم قبائل ملتے ہیں۔ لیکن وہ نیم دشی ہیں۔ وہاں اب تک شہنشاہیت قائم ہے۔“

انور کے ہوتوں پر گویا ہم لگ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا بولے۔ اگر فریدی کا قدم درمیان میں نہ ہوتا تو وہ اسے الف لیلے کی ہی کوئی داستان سمجھتا۔ مگر اب وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ذی گاریکا کا بیان غلط بھی ہوتا بھی رشیدہ کی شخصیت پر اسرار ہی رہتی ہے۔ اگر وہ ہندوستانی ہے تو کسی غیر ملکی کا اس میں اس طرح دلچسپی لینا کیا منع رکھتا ہے۔

”تو پھر تم ہمارے ساتھ چلو گے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”میں رشیدہ کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں۔“ انور آہستہ سے بولا۔

”نمیک مجھے تم سے بھی امید ہے۔ ذی گاریکا تمہارا احسان مند ہے کہ تم نے رہنوالی کی حفاظت کی۔ ذی گاریکا اکثر اس سے ملتا رہتا ہے۔ رشیدہ نے تمہارے متعلق اسے سب کچھ بتا دیا ہے وہ تمہارے کروار کی بلندی کا مترف ہے۔“

انور نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اپنے متعلق سوچ رہا تھا کہ اس کے یہاں کیا کامیاب ہونے پر کیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ پولیس اپنا شہر یقین میں بدل دے۔ وہ کافی دیر یک الجھتا رہا لیکن یہ خیال کر کے پھرطمیمان ہو گیا کہ اپکڑ فریدی اس کے ساتھ ہو گا۔ اس نے تھیرے کر لیا کہ وہ آج ہی باقاعدہ طور پر اپنی طازمت سے مستغفی ہو جائے گا۔ بہانہ رشیدہ کی تلاش کا ہو گا۔ جن کی گشتنی سے لوگ واقف ہو چکے ہیں۔

## روانگی

”بیکار اتفاقات ہیں۔“ فریدی آہستہ سے بڑا بڑا۔ ”کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی

مصطف نے کسی نادل کا پلاٹ بکھیر دیا ہو۔ جو واقعات مجھ پر گزرے ہیں بعض اوقات میں انہیں بھی کہانیاں سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔“

فریدی خاموش ہو گیا۔ انور کی نظر میں اس کے چہرے پر جھی ہوئی تھیں۔

”تم خود سوچو۔“ فریدی بجھا ہوا سگار ایش ٹرے میں ڈالتا ہوا بولا۔ ”کیا اس وقت میری شخصیت کسی نادل کے پراسرار جاؤں کی شخصیت سے کم ہے۔ اگر کبھی کسی نے یہ واقعہ لکھنے کی کوشش کی تو کیا پڑھنے والے اسے شاندار گپ نہیں سمجھیں گے۔“

”مجھے تو آج کل کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کسی دوسری دنیا میں سانس لے رہا ہوں۔“

انور نے کہا۔

”بہر حال ہم حقائق سے دچار ہیں جنکی صداقت مستقبل کے ہند لکے میں کھوئی ہوئی ہے۔“

”لیکن ہم سفر کس طرح کریں گے؟“ انور نے پوچھا۔

”یہاں سے خلیق فارس سک ہم چوری چھپے جاسکتے ہیں۔ ڈی گاریکا نے اس کا انتظام پہلے ہی کر رکھا ہے۔ اس سے قبل بھی وہ بھرین سک باضابطہ طور پر آیا کرتا تھا اور بھرین سے یہاں تک غیر قانونی طریقے پر۔ ہاں تو ہم یہاں سے بھرین تک معمولی قانون ٹکنی کرنے والوں کی طرح جائیں گے اور بھرین سے میں انتظام کر لوں گا۔“

”تو اس بار بھی وہ لندن سے بھرین آیا تھا۔“ انور نے پوچھا۔

”ہاں.....!“

”لیکن ڈان ونسٹ وغیرہ تو باضابطہ طور پر آئے تھے۔“ انور نے کہا۔ ”اس طرح ان دونوں کے راستے الگ ہو گئے۔“

”ہاں..... بے چارہ ڈی گاریکا اس سے ناداً واقف تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اسے ڈان ونسٹ اور اس کے ساتھیوں کی موجودگی کا علم یہیں آ کر ہوا۔ لیکن شاید ڈی گاریکا کا لڑکا اس بات سے پہلے ہی واقف ہو گیا تھا۔ اس لئے ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔“

”مگر اس کے بعد وہ لوگ اچانک مختصر عالم پر کیوں آگئے تھے۔ تیز زندگی کے مقابلے کی وجہ سے ان لوگوں کی خاصی شہرت ہو گئی تھی۔“

درائل ان لوگوں سے حمایتوں پر حماقیں سرزد ہوئیں۔ ”فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ ”انہوں نے بوکھلاہٹ میں اسے قتل تو کر دیا لیکن چونکہ باضابطہ طور پر یہاں آئے تھے اور ان کا ریکارڈ موجود تھا اس لئے خوف دا من کیر ہوا کہ پولیس انہیں سمجھ کرے گی لہذا وہ حکمل مکھلا سانے آگئے۔ شاید انہوں نے یہ بھی سوچا کہ اس طرح ڈی گاریکا دھوکا بھی کھا جائے گا۔ وہ بھی سمجھے گا کہ یہ لوگ کمانے کھانے کے لئے نکلے ہیں لیکن ہوا اس کے بر عکس۔ ڈی گاریکا کے لڑکے کی ٹھل بگاڑ دی گئی۔ اس لئے وہ اسے کوئی اتفاقی حادثہ سمجھنے کیلئے تیار نہیں تھا اور پھر اچاک ڈان و نست وغیرہ کا سامنے آ جانا اس کے شبہات کی تقویت کیلئے کافی تھا۔ اسی لئے ڈی گاریکا نے بھیں بدلت روشنیدہ سک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ ”

فریدی اور انور کافی دری تک سفر کی ایکم پر بحث کرتے رہے پھر انور والپیں آگیا۔ آفس پہنچ کر اس نے استھنا لکھا لیکن پھر بذات خود اس نے فوج تک پہنچانے کا ارادہ ترک کر دیا کیونکہ وہ اس سلسلے میں زیادہ بات چیز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح بات کے قبل از وقت ہی پھیل جانے کا اندریش تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا پولیس انور کے چیچے پڑ جاتی۔ ڈان و نست غائب ہو چکا تھا اور البر و نو پہلے ہی سے پولیس والوں کے لئے چھڑا دینا ہوا تھا۔ اب روشنیدہ کی شخصیت بھی پر اسرار طریقے پر ہونے والے حادثات سے نسلک ہو چکی تھی۔ لہذا پولیس کے لئے تاش کا آخری پڑی انور ہی تھا۔ انور سوچنے لگا کہ اگر اب اس سے کوئی غیر معمولی حرکت سرزد ہوئی تو وہ فریدی کی بنائی ہوئی ایکم میں حصہ لینے سے پہلے ہی پریشانوں میں جلا ہو جائے گا۔ لہذا اس نے یہ طے کیا کہ وہ اپنا استھنا بذریعہ ڈاک سمجھے گا۔ روشنیدہ کے غائب ہونے کی خبر پھیل چکی تھی۔ دفتر کے لوگ انور سے اسکے بارے میں پوچھتے رہے اور وہ انہیں ادھر ادھر کی باتوں میں ہاتا رہا۔ تقریباً چھ بجے شام کو وہ سرکلر رود کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے خوف تھا کہ کہیں کوئی اس کا تعاقب نہ کر رہا ہو۔ لہذا اس نے پانچ روڈ کے چوراہے سے تکسی چوڑ دی اور پیدل چلنے لگا۔ ”

سرکلر رود سنان پڑی تھی۔ دور دور تک کسی کا پہنچنے تھا۔ انور اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد ”آشیانہ“ میں داخل ہو گیا۔ اس پار اس نے گھٹٹی بجائے کی زحمت گوارہ نہ کی۔ دروازہ مکھا ہوا تھا وہ بے درہ ک اند رکھتا چلا گیا۔

”پر دہ ہے اندر رہنا ہے۔“ کسی نے قریب ہی سے اردو میں کہا۔  
انور نے پلٹ کر دیکھا چیچے سرجنت حمید کھڑا مسکرا رہا تھا۔

”تو تم جامد انسانیت میں آگئے۔“ انور نے کہا۔

”جان میں کسی لڑکی کے سامنے ایسا حلیہ نہیں بناتا کرو، مجھے لفٹ ہی نہ دے۔“

”تو پھر اسی محل میں اسے بلا نے گئے تھے۔“

”قطعنی..... میں فریدی صاحب کی طرح بزدل نہیں ہوں۔“ حمید اکڑ کر بولا۔

”خیر چھوڑوان باقتوں میں کیا رکھا ہے۔ اس بار تمہاری بھی ساری شنی ہوا ہو گئی۔“

”لوغتے ہو۔“ انور نے اسامنے بنا کر بولا۔

”میں تو خیر لوٹا ہوں لیکن تم لوغتے سے بھی بدتر ہو۔ کل رات کو میں نے تمہیں چوہا بنا دیا

تھا۔“

”ایسے اتفاقات بہادروں ہی کو چیز آتے ہیں۔“ انور نے کہا اور سگر ہٹ سلاکا نے لگا۔

”بہادر میاں ذرا اپنے آنسو تو سکھالو۔ بہت روئیں گے ان کو ہم یاد کر کے چڑے دل کی دنیا

جو بر باد کر کے۔“

دفعہ فریدی ان کے چیچے آ کر کھڑا ہو گیا اور جملائے ہوئے بجھ میں آہتہ سے بولا۔

”تم لوگ سب چوپٹ کر دو گے۔“ پھر حمید کی گردن پکڑ کر کہا۔ ”تمہاری شامت آجائے گی۔“

”شامت بھی اتفاق سے موئٹ ہے۔“ حمید منہ بنا کر بولا۔

فریدی اسے گھوڑتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

”میرا خیال ہے کہاب تم رشیدہ کا چکر چھوڑ دو۔“ حمید نے انور سے کہا۔

”مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں۔“

”کیوں خواہ تجوہ اپنی بھی جان دو گے۔ اگر تم باز آ جاؤ تو میں فریدی صاحب کو کسی نہ کسی

طرح روک ہی لوں گا۔“ حمید نے کہا۔ ”ویسے تو ہمیشہ اسکے سر پر اینہوں چکر کا بجوت سوار رہتا ہے۔“

”اگر فریدی صاحب نہ جائیں تب بھی ڈی گاریکا کی ساتھ میں جاؤں گا۔“

”مشق رہی بلا ہے۔“ حمید منہ سکھا کر بولا۔ ”خدا بروز قیامت تمہیں جتوں کے دیدار سے

شرف کرے۔ آمن چلے تشریف لے چلے۔“

حید نے سامنے والے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

ہال میں ڈی گاریکا اس کی لڑکی اور فریدی بیٹھے گنگوکر رہے تھے۔

”سی نور انور سعید۔“ فریدی نے اٹھ کر تعارف کرایا۔ ”اور سی نور رہنا ڈی گاریکا۔“

رمونا کھڑی ہو کر بڑے پچھلے انداز میں انور کی طرف جگی جس پر انور نے بھی اس کی تحلید کی۔ پھر دونوں بیٹھ گئے۔ سرجنت حید رہمنا سے اجازت لے کر اپنا پاس سلاکا نے لگا۔

”مجھے تمباکو کے دھوئیں سے نفرت نہیں ہے۔“ وہ مسکرا کر بولی۔

”میں اس کے لئے تمہارا شکر گزار ہوں۔“ حید نے کہا اور وہ بھی ایک خالی صوفے کے

بجھے پر بیٹھ گیا۔

”ہم ساحل تک کس طرح جائیں گے؟“ ڈی گاریکا نے فریدی سے پوچھا۔

”یہ ساری باتیں مجھ پر چھوڑ دو۔“

”شاید آپ کو معلوم نہیں۔“ انور سگر ہٹ سلاکا تا ہوا بولا۔ ”پولیس نے آپ کی گرفتاری کے لئے پانچ ہزار روپے کا انعام مقرر کیا ہے۔ لہذا اس وقت آپ کو کوئی ایسی سرزک نہیں ملے گی جس پر گاڑیاں تردد کی جا رہی ہوں۔“

”اوہ..... یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ تم لوگ بس دیکھتے رہو۔“ فریدی نے کہا اور اٹھ کر بیٹھنے لگا۔ پھر حید کی طرف اشارہ کر کے ڈی گاریکا سے بولا۔ ”میرا دوست اپنی ڈاڑھی صاف کریں چکا ہے اب میری بھی صاف ہو جائے گی۔“

”بجھے بہت افسوس ہو گا۔“ ڈی گاریکا متاسفانہ لبھے میں بولا۔ ”اتی شامدار ڈاڑھی۔“

فریدی بیٹھنے لگا۔

”کوئی بات نہیں پھر آگ آئے گی۔“

حید اس کی گنگوکو میں کوئی لچکی نہیں لے رہا تھا۔ اس کی نظریں رہمنا کے ہوتوں پر جمی ہوئی تھیں جن کا سلگتا ہوا بھمار اس کے ہوتوں میں سرسر اہٹ پیدا کر رہا تھا۔

”ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“ حید سمجھ دی سے بولا۔

"وہ کیا.....؟" فریدی نے اسے گھوکر پوچھا۔

"لہی کہ اب ہم لوگ یقین زندگی یاد خدا میں گزار دیں۔" حمید نے اتنی سمجھی گی سے کہا کہ رہوں بے اختیار نفس پڑی۔

"اور دوسری بات یہ کہ اب تم میری اجازت کے بغیر ایک لفڑی بھی نہ بولو گے۔" فریدی نے اسے تین نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر اجازت ہوتی میں یہ عرض کروں کہ میں نے آپ کا کہا مان لیا ہے۔"

"شٹ اپ.....!" فریدی تھیج کر بولا اور حمید دوسری طرف من پھر کر سکرانے لگا۔ رہوں مزکر اسے دیکھ رہی تھی۔

"اب ہمیں تیاری شروع کر دیتی چاہئے۔" فریدی تھوڑی دری بعد بولا۔ "چھڑی گاریکا سے کہنے لگا۔ مجھے تمہارا حلیہ بھی بدلتا پڑے گا ورنہ تمہاری رنگت بڑی دشواریاں پیدا کر دے گی۔ رہوں تو خیر اتنی زیادہ غیر یور و پین نہیں معلوم ہوتی۔"

"تو کیا تم میری رنگت بھی بدلتے گے۔" ذی گاریکا حرمت کا انکھار کرتا ہوا بولا۔

"یقیناً..... ورنہ پھر میک اپ سے فائدہ ہی کیا۔"

"البر و نوم اس دنیا کے آدمی معلوم نہیں ہوتے۔"

"ہاں یہ فرشتہ ہیں۔" حمید خلک لجھے میں بولا۔

"تم پھر بولے۔" فریدی اسے گھومنے لگا۔

رہوں نہیں پڑی اور حمید بچکانے انداز میں طرح طرح کے منڈنائے لگا۔

"تم بہت دلچسپ آدمی ہو۔" رہوں نے اس سے کہا۔

"اگر اجازت ہو۔" حمید فریدی کی طرف مزکر بولا۔ "تو میں ان سے یہ کہوں کہ ہاں واقعی میں دلچسپ آدمی ہوں۔"

"خدا کے لئے تم باہر چلے جاؤ۔" فریدی تھک آ کر بولا۔

"شاہید میرا دوست اب کچھ بہت خوفناک تم کی باتیں کرنے جا رہا ہے۔" حمید نے رہوں سے کہا۔ "اسی لئے یہاں میری موجودگی پسند نہیں کرتا۔ میں ابھی کسی ہوں گا..... اچھا میں تو چلا۔"

"ٹھیک ہے۔" رونا مسکرا کر بولی اور وہ بھی انھ کو حمید کے ساتھ چلی گئی۔

"میرا دوست نیک آدمی ہے مگر تمہوا شریب ہی ہے۔" فریدی نے ڈی گاریکا سے مخدودت آمیز لمحے میں کہا۔

"پچھے ہے پچھے ہے۔" ڈی گاریکا نے کہا۔ "رونا اپنے بھائی کی موت کی وجہ سے بہت پریشان تھی۔ اچھا ہے اس کا دل بھی بہل جائے گا۔"

اس کے بعد سفر کے سلسلے میں ضروری اسہاب کے تعلق گفتگو ہونے لگی۔ پھر تمہوڑی دیر بعد فریدی ڈی گاریکا کو میک اپ کے لئے درمرے کمرے میں لے کر چلا گیا۔

انور چد لمحے تک ہال میں تھا بینخا سگر ہٹ پیتا رہا۔ پھر وہ بھی انھ کو تمہلا ہوا باہر رہ آئے میں آگیا۔ وہ طرف کے در پیچے کے قریب رونا اور حمید کھڑے باشیں کر رہے تھے۔

"تمہارا کیا نام ہے؟" رونا نے حمید سے کہا۔

"حید یوف.....!"

"حید یوف.....!" رونا نے دہرایا۔ "مگر یہ نام پر بھائی تو معلوم نہیں ہوتا۔"

"میں دراصل زارروں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔" حمید سنجیدگی سے بولا۔ "میرا باپ سعید یوف زارروں کا رشتے کا بنتجا گلتا ہے۔"

"اوہ تو تم شاہی نسل سے ہو۔"

"ہاں انتخاب روں کے بعد میرا باپ پر بھائی چلا آیا تھا۔" حمید نے کہا اور جھک کر پاپ سکانے لگا۔

انور سوچنے لگا کہ اب اس لاکی کی خیر نہیں۔

"اوہ تمہارے حیرت انگیز دوست البرونو.....!" رونا نے پوچھا۔

"وہ خالص پر بھائی ہے اور ایک معمولی کسان کا بیٹا۔"

"کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے۔" انور جیخ کر بولا۔

"اوہ تم.....!" حمید مڑ کر بولا۔ "کیا تم نے اندر شراب پی ہے۔ زیادہ چڑھ گئی ہے۔ تیز سے بات کرو۔ خیر میں نے معاف کیا۔ رونا یہ تمہاری شہزادی روہولی کا خادم ہے۔ اس لئے میں

اے محاف کرتا ہوں۔ شاید البرفو نے اسے زیادہ پلا دی۔“

انور دافت پیٹنے لگا۔ وہ کچھ کہنے ہی چارہ تھا کہ اسے فریدی کی بات یاد آگئی۔ وہ خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

”نہیں نہیں خادم نہیں۔“ رمونا جلدی سے بولی۔ ”یہ شہزادی صاحب کے دوست ہیں۔“

”خیر ہو گا..... مجھ سے کیا غرض۔“ حمید نے کہا۔ ”میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ آدمی نئے میں بالکل چند ہو جاتا ہے۔“

”میں نئے میں ہوں۔“ انور بیگز کر بولا۔

”خیر خیر..... میں کم رتبہ آدمیوں کو من لگانا نہیں پسند کرتا۔“

”کم رتبہ۔“ انور آستین چڑھاتا ہوا بولا اور رمونا ان کے درمیان میں آگئی۔

”تم لوگ یہ کیا کرنے لگے۔“ رمونا نے کہا۔ ”یہ جھگڑا کرنے کا وقت نہیں۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔“ حمید آہستہ سے بولا اور چیکھے ہٹ گیا۔ انور تھوڑی دیر تک کھڑا اسے گھوڑا رہا۔ پھر تمیاں بھیختا ہوا اندر واپس آیا۔ یہ کوئی خنی بات نہیں۔ سرجنت حمید سے اکثر اس کی جھگڑیں ہوتی رہتی تھیں۔ اور وہ آخر وقت تک ڈنارہ تھا۔ مگر آج اس کی روح غم کی گہرائیوں میں غوطے کھا رہی تھی۔ اس کی ساری ظرافت اور بذلہ سنجی رخصت ہو گئی تھی۔ طنز کے زہر میلے تیر کند ہو گئے تھے اور پھر وہ خود کو ایک معمولی آدمی تصور کرنے لگا تھا۔ اس کا دماغ صرف رشیدہ میں الجھ کر رہا گیا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی ذہانت اب کبھی واپس نہ طے گی جیسے وہ ہمیشہ کے لئے ناکارہ ہو گیا ہو۔

ہائی میں جنخ کردہ ٹھلنے لگا۔ اتنے میں فریدی نے اسے دوسرے کمرے میں آواز دی۔

”تم نے اپنے انتظامات مکمل کرنے لئے۔“

”مجھے کوئی خاص انتظام نہیں کرتا ہے۔“ انور نے کہا۔ ”ضروریات کے لئے صرف ایک سوٹ اور ایک بستر کافی ہو گا۔“

”تو وہ سب کہاں ہیں۔“

”میں ابھی لاتا ہوں۔“